بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ختم نبوت لائرز فورم پاکستان

فہرست عہدیداران

سرپرست اعلیٰ ــــــ	مسٹر جسٹس (ر) میاں نذیر اختر
صدر ــــــ	غلام مصطفٰے چوہدری
سینئر نائب صدر ــــــ	چوہدری خالد محمود
نائب صدر ــــــ	خواجہ محمد قاسم
سیکرٹری جنرل ــــــ	محمد طاہر سلطان کھوکھر
ایڈیشنل جنرل سیکرٹری ــــــ	عامر علی چوہدری
جوائنٹ سیکرٹری ــــــ	ملک خالد اکمل
فنانس سیکرٹری ــــــ	مقبول احمد چوہدری
انفارمیشن سیکرٹری ــــــ	عامر لطیف سبحانی
میڈیا ایڈوائیزر ــــــ	مہر عرفان جہانگیر

بسم اللہ الرحمن الرحیم

انتساب

اپنے نہایت واجب الاحترام اور لائق صد تکریم استاد گرامی قدر محترم جناب بیرسٹر خواجہ غلام ابرار مجال ایڈووکیٹ سپریم کورٹ آف پاکستان کے نام جنہوں نے وکالت اور زندگی کے ہر شعبے میں ہماری ہر قدم پر رہنمائی فرمائی، پاکستان کی تمام عدالتوں میں اسلامی شعائر، ناموس رسالت ﷺ اور عقیدہ ختم نبوت کے تحفظ کے لئے ختم نبوت لائیرز فورم پاکستان کا قیام عمل میں لایا گیا۔

غازیان اسلام کے مقدمات کی پیروی اور گستاخان رسول کے خلاف قانونی جنگ میں ہمیشہ پیش پیش رہے اور مقدمات کی تیاری میں ہماری رہنمائی اور قیادت فرماتے رہے۔

استاد محترم ایک سچے عاشق رسول ﷺ اور دکھی انسانیت کی خدمت کرنے والے ایک عظیم انسان تھے جو مورخہ 18 مئی 2019ء بمطابق 12 رمضان المبارک 1440ھ بروز ہفتہ کو اس دار فانی سے کوچ کر کے اپنے مالک حقیقی سے جا ملے اللہ سبحانہ وتعالیٰ ان کے درجات بلند فرمائے اور جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام سے نوازے۔

آمین یارب العالمین

حسن ترتیب

1- پیش لفظ 7

2- قانون تحفظ ناموس رسالت ﷺ 14

3- دفعات مجموعہ ضابطہ فوجداری 15

4- شاتمان رسول ﷺ کے بارے میں قرآنی احکامات 17

5- عیسائی شب وشتم کیوں کرتے ہیں؟ 20

6- گستاخ کافرہ عورتوں کا انجام 25

7- 31 اکتوبر اور فیصلہ 33

8- جبل سینا کے راہبان سے حضرت محمد ﷺ کا میثاق 35

9- یہ سوال جواب چاہتا ہے 49

حسن ترتیب

10- مسبب الاسباب پر توکل 51

11- حضورﷺ کی حرمت کا اعلان اور یورپی یونین کا ایوان 54

12- دو عورتوں کی لڑائی 58

13- تاثرات 62

14- فیصلہ عدالت عظمیٰ (اردو) 69

15- استغاثہ 136

16- مقدمہ نمبر 326/09 137

پیش لفظ

سپریم کورٹ آف پاکستان سے آسیہ مسیح کی رہائی کا ایک ایسا انوکھا اور دل سوز فیصلہ ہے جس پر اسلام دشمن قوتیں تو خوشی کا اظہار اور خراج تحسین پیش کر رہی ہیں جبکہ امت مسلمہ انتہائی مضطرب اور صدمے سے دوچار ہے۔ مسلمانان پاکستان کے مذہبی جذبات بری طرح کچلے گئے۔ علماء کرام نے اس فیصلے کو شرعی اور آئینی طور پر غلط قرار دیتے ہوئے واپس لینے کا مطالبہ کیا۔

اس مقدمہ کے حالات وواقعات اس طرح ہیں کہ مورخہ 14 جون 2009 کو موضع اٹانوالی ضلع ننکانہ صاحب میں عیسائی خاتون آسیہ مسیح نے محمد ادریس نامی شخص کے کھیت میں فالسہ کی چنائی کے دوران مسلمان خواتین کے روبرو نبی اکرم ﷺ اور قرآن مجید کے بارے میں انتہائی گستاخانہ اور اہانت آمیز الفاظ استعمال کئے۔ جب اس واقعہ کی بابت مسلمان خواتین نے کھیت کے مالک محمد ادریس کو اطلاع دی تو اس کی دریافت پر آسیہ مسیح نے اپنے جرم کا اقرار کیا اور معافی کی درخواست کی چونکہ معاملہ انتہائی حساس نوعیت کا تھا اس لئے یہ تمام واقعہ گاؤں کے امام مسجد قاری محمد سالم کے سامنے رکھا گیا جس نے اپنے طور پر ہر طرح سے تحقیق کی اور وقوعہ کی بابت مزید تسلی کے لئے مورخہ 19 جون 2009 کو گاؤں میں پنچائیت کا اہتمام کیا گیا جس میں تمام معززین کے روبرو مسلمان خواتین اور کھیت کے مالک نے تمام حالات وواقعات بیان کئے اور آسیہ مسیح نے بھی اپنے جرم کو تسلیم کرتے ہوئے معافی طلب کی۔

اس وقوعہ کی بابت جب تمام حقائق اور ٹھوس شواہد سامنے آگئے تو متفقہ طور پر یہ فیصلہ ہوا کہ آسیہ کے خلاف قانونی کاروائی کر کے اسے سزا دلوائی جائے لہٰذا فوری طور پر پولیس کو اطلاع دی گئی اور قاری محمد سالم کی مدعیت میں مقدمہ درج کروایا گیا اور مقدمہ کی

ابتدائی تفتیش محمد ارشد سب انسپکٹر / ایس ایچ او تھانہ صدر ننکانہ صاحب نے کی۔ جس نے آسیہ مسیح کو بذریعہ لیڈی کانسٹیبلان گرفتار کر کے جیل بھجوایا۔ ملزمہ آسیہ مسیح کو جیل بھجوانے سے قبل تفتیشی آفیسر نے ملزمہ کا طبی معائنہ کروانے کی درخواست دی تو اس نے اپنا طبی معائنہ کروانے سے انکار کر دیا جس کے نتیجے میں درخواست برائے طبی معائنہ خارج کر دی گئی۔

بعدازاں اس مقدمہ کی تفتیش و تکمیل سید محمد امین بخاری ایس پی (انوسٹی گیشن) نے کی جنہوں نے دونوں فریقین کو طلب کر کے تفصیل سے سنا۔ ملزمہ کے شوہر عاشق مسیح نے بائبل پر حلف دے کر اپنی بیوی کی صفائی دینے سے صاف انکار کر دیا۔ یاد رہے آسیہ مسیح عاشق مسیح کی دوسری بیوی ہے اس کی پہلی بیوی یاسمین مسیح ہے جس سے اس کی دو بچیاں اور ایک بچہ ہے اور یہ ملزمہ آسیہ کی بڑی بہن ہے عاشق مسیح کی ملزمہ سے بھی دو بچیاں ہیں۔

دوران تفتیش ملزمہ آسیہ مسیح کو پولیس نے اپنی صفائی پیش کرنے کا بھرپور موقع دیا مگر وہ اپنی صفائی پیش کرنے میں بری طرح ناکام رہی اور تفتیشی آفیسر کے سامنے بھی ملزمہ نے اپنا جرم تسلیم کیا۔ پولیس نے اسے قصوروار ٹھہراتے ہوئے مقدمہ کا چالان عدالت میں بھجوا دیا۔

دوران سماعت مقدمہ آسیہ مسیح نے اپنی صفائی میں کوئی گواہ پیش نہ کیا اور نہ ہی وہ بطور خود گواہ زیر دفعہ (2)340 ضابطہ فوجداری پیش ہوئی۔ یہاں ایک اہم قانونی نقطہ بیان کرنا بھی ضروری ہے کہ گواہان استغاثہ پر جرح کے دوران آسیہ مسیح کے وکلاء نے اس کا دفاع کرتے ہوئے آسیہ مسیح کے کہے ہوئے گستاخانہ الفاظ کی تردید کی اور نہ ہی اس بابت گواہان پر جرح کی۔ اس طرح آسیہ مسیح نے عدالت میں بھی اپنے جرم کو تسلیم کیا۔ یاد رہے آسیہ مسیح کے دفاع کے لیے نامور وکلاء کا ایک مضبوط پینل تشکیل دیا گیا جو بری طرح ناکام ہوا۔

اس مقدمہ کی سماعت محمد نوید اقبال صاحب ایڈیشنل سیشن جج ننکانہ صاحب نے

کی۔ مورخہ 13 اکتوبر 2009 کو آسیہ مسیح پر زیر دفعہ C-295 تعزیرات پاکستان فرد جرم عائد کی گئی آسیہ مسیح نے صحت جرم سے انکار کیا۔ استغاثہ نے اپنا کیس ثابت کرنے کے لئے کل سات گواہان پیش کئے مورخہ 8 نومبر 2010 کو معزز عدالت نے آسیہ مسیح کو سزائے موت اور ایک لاکھ روپے جرمانہ کی سزا سنائی۔

اس فیصلہ کے خلاف عدالت عالیہ لاہور میں فوجداری اپیل نمبر 2509/10 دائر کی گئی جو مورخہ 16 اکتوبر 2014 کو معزز ڈویژن بینچ مشتمل بر مسٹر جسٹس محمد انوار الحق صاحب اور مسٹر جسٹس سید شہباز علی رضوی صاحب نے خارج کرتے ہوئے سزائے موت کنفرم فرمائی۔

عدالت عالیہ لاہور کے مذکورہ فیصلہ کے خلاف سپریم کورٹ آف پاکستان میں 11 یوم کی تاخیر سے اپیل دائر کی جسے عدالت نے صرف نظر کیا، اور 8 اکتوبر 2018ء کو اپیل کی سماعت کی گئی جبکہ فیصلہ 31 اکتوبر 2018ء کو آسیہ مسیح کی رہائی کا حکم دیتے ہوئے سنایا گیا۔

مدعی مقدمہ قاری محمد سالم کی طرف سے اس بریت کے فیصلہ کے خلاف درخواست نظر ثانی نمبر 91/2018 سپریم کورٹ میں دائر کر دی گئی نیز اس درخواست نظر ثانی کے ساتھ ایک متفرق درخواست بھی دائر کی گئی جس میں استدعا کی گئی کہ چونکہ معاملہ انتہائی حساس اور مذہبی نوعیت کا ہے اس لیے مقدمہ کی سماعت کے لئے لارجر بینچ تشکیل دیا جائے اور تمام مکاتب فکر کے علماء کرام کو بطور عدالتی معاون بلوا کر ان سے رہنمائی لے کر اس مقدمہ کا فیصلہ کیا جائے۔

علاوہ ازیں ایک درخواست عبوری دادرسی کی بھی داخل کی گئی جس میں استدعا کی گئی تھی کہ آسیہ مسیح کو درخواست نظر ثانی کے فیصلہ تک ملک سے باہر جانے سے روک دیا جائے۔ عدالت نے درخواست نظر ثانی اور تمام متفرق درخواستیں بروئے حکم مورخہ

20-01-2019 خارج کر دیں۔ سپریم کورٹ کے اس فیصلہ میں بہت سارے امور ایسے ہیں جن کو ایک نظر دیکھ کر بآسانی اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ اس فیصلے کی قانونی اور آئینی حیثیت کیا ہوگی؟ ان امور اور واقعات میں سے چند عرض گزار ہوں:۔

۱)۔ فیصلہ دوسرے کلمہ (کلمہ شہادت) سے شروع کیا گیا ہے جس کا ترجمہ غلط اور نامکمل ہے۔

<u>فیصلہ میں تحریر کردہ نامکمل اور غلط ترجمہ</u>

اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ.

"میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہ ہے اور میں گواہی دیتا ہوں کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے آخری نبی ہیں۔"

<u>مکمل اور صحیح ترجمہ</u>

"میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں، وہ اکیلا ہے اس کا کوئی شریک نہیں اور میں گواہی دیتا ہوں کہ بیشک حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے بندے اور اسکے رسول ہیں۔"

۲)۔ فیصلہ میں اصل وقوعہ زیر بحث نہ لایا گیا ہے اور متفقہ طور پر اپیل منظور کرتے ہوئے اپیل گزار کو بری کر دیا گیا۔

۳)۔ قانون تحفظ ناموس رسالت صلی اللہ علیہ وسلم کے غلط استعمال کی حالیہ مثال مردان کی عبدالولی خان یونیورسٹی میں مشعال نامی طالب علم کے قتل کی دی گئی، اس کے علاوہ نامور شخصیات کے قتل کو بھی اس قانون کے غلط استعمال سے جوڑا گیا ہے جبکہ ایسا ہرگز نہ ہے مذکوران میں سے کسی کے خلاف بھی کوئی مقدمہ اس قانون کے تحت درج نہ ہوا تھا اس لئے اس قانون کے غلط استعمال والی بات سراسر بے بنیاد اور خلاف حقائق و واقعات ہے۔

۴)۔ آسیہ مسیح کے خلاف استغاثہ نے جو توہین رسالت کے الزامات ٹرائل کورٹ میں ثابت کیے ان کی بابت دوران جرح گواہان سے کوئی سوال نہ پوچھا گیا اور نہ ہی ان الزامات کی کوئی تردید کی گئی اور نہ ہی کوئی انکار کیا گیا۔ ان حالات میں ٹرائل کورٹ اور ہائی کورٹ نے اس قانونی نقطہ کو سزا دیتے ہوئے مدنظر رکھا جو کہ فوجداری مقدمات کا اصول ہے۔ مگر سپریم کورٹ نے اس نقطہ کو یکسر مسترد کرتے ہوئے تین معزز جج صاحبان کے فیصلہ (2018 SCMR 149) کا حوالہ دیا جبکہ استغاثہ کی طرف سے اس قانونی نقطہ کے بارے میں پانچ معزز جج صاحبان کے فیصلہ (PLD 2007 SC 249) کا حوالہ دیا گیا جسے نظر انداز کر دیا گیا۔

۵)۔ فیصلہ میں ایک معاہدہ "جبل سینا کے راھبان کا حضرت محمد ﷺ سے میثاق" کا حوالہ دیا گیا ہے اس بارے میں مستند دینی کتب کے حوالہ جات پیش کرتے ہوئے عدالت کو عرض کی گئی کہ اس معاہدہ کو تمام فقہاء، محدثین اور آئمہ کرام نے بالاجماع جھوٹا اور باطل قرار دیا ہے اس لئے اس کی کوئی قانونی یا شرعی حیثیت نہ ہے مگر استغاثہ کی یہ بات بھی نہ مانی گئی۔

ایک بڑی اہم اور قابل قدر بات جو قارئین کی نظر کرنا ضروری سمجھتا ہوں وہ یہ کہ مسلمان ہر چیز برداشت کرسکتا ہے مگر توہین رسالت کبھی برداشت نہیں کرتا اس کے نزدیک نبی کریم ﷺ کی ذات مبارکہ دنیاومافیہا کی ہر چیز سے زیادہ اہم اورقدر و منزلت والی ہے اس وقوعہ کے وقت وہاں کے لوگوں کا قانون کی پاسداری کرتے ہوئے پر امن رہنا، آسیہ یا اس کے خاندان کے کسی ایک فرد پر بھی تشدد نہ کرنا، اس کے گھر وغیرہ کو کوئی نقصان نہ پہنچانا نہ صرف ایک قابل تقلید مثال ہے بلکہ یہ ان نام نہاد امن کے ٹھیکیداروں کے منہ پر ایک زوردار طمانچہ ہے جو مسلمانوں پر متشدد ہونے اور

دہشت گردی کے الزامات لگاتے نہیں تھکتے۔

یہاں اس امر کا ذکر بہت ضروری ہو جاتا ہے کہ قانون تحفظ ناموس رسالت ﷺ (295-C تعزیرات پاکستان) بھی کسی نعمت سے کم نہ ہے کیونکہ مذکورہ بالا وقوعہ کے بعد علاقہ میں امن کا قائم رہنا اور آسیہ کو کسی قسم کا کوئی جانی و مالی نقصان نہ پہنچنا اسی قانون کی برکت سے ہی تھا اس لئے اس قانون کا موجود رہنا اور اس پر عمل درآمد ہونا ملک پاکستان میں امن وامان کی ضمانت ہے۔

قانون تحفظ ناموس رسالت ﷺ پر بلاوجہ تنقید کرنے والوں نے ایک رٹ لگا رکھی ہے کہ اس قانون کا ناجائز استعمال ہوتا ہے لوگ اس قانون کو ذاتی معاملات نپٹانے کیلئے استعمال کرتے ہیں زیر نظر مقدمہ ان ناقدین کے تمام الزامات کی بھر پور نفی کرتا ہے۔

مقدمہ ہذا میں مدعی یا کسی گواہ کی کوئی بدنیتی، ذاتی مفاد، ذاتی مخاصمت یا مخفی ایجنڈا ہرگز موجود نہ ہے۔ درحقیقت یہ ایک جھوٹا اور مکروہ پروپیگنڈا ہے جو اس قانون کے خلاف کیا جاتا ہے جس کا حقیقت سے کوئی واسطہ نہ ہے۔

قارئین کرام جو گستاخانہ الفاظ آسیہ مسیح نے شان رسالت ﷺ میں کہے ان کو تحریر کرنا کسی مسلمان کے بس کی بات نہ ہے اس لیے ان الفاظ کو نقل نہ کیا گیا ہے۔ عدالتی کاروائی میں ان الفاظ کا استعمال ناگزیر ہوتا ہے اس لیے اگر کوئی قاری اپنی تسلی کے لیے ان الفاظ کو ملاحظہ کرنے کا خواہاں ہو تو وہ عدالت کا ریکارڈ دیکھ سکتا ہے (یا اللہ تو ہمیں معاف فرما۔ آمین)

اس مقدمہ کی پیروی اور تیاری ختم نبوت لائیرز فورم پاکستان کے وکلاء غلام مصطفٰے چوہدری، سید حبیب الحق شاہ، ملک طارق محمود، شاہ شمس العارفین ہمدانی، محمد طاہر سلطان کھوکھر، چوہدری خالد محمود، خواجہ محمد قاسم، عامر علی چوہدری، مقبول احمد چوہدری، شہزاد احمد بریار، محمد مدثر چوہدری، غلام مجتبیٰ چوہدری، ملک خالد اکمل، عامر لطیف سبحانی، مہر عرفان جہانگیر

محمد ایوب خان، رائے محمد نواز کھرل، محسن چوہدری، محمد حسن شاہ، طاہرہ شاہین، کرن شہزادی اور فائزہ عباسی کے علاوہ اسلامک لائیرز موومنٹ پاکستان کے سیف اللہ گوندل، تحریک لبیک پاکستان کے وکلاء احسان علی عارف، محمد مبشر خالد ہجویری، ناسم منہاس، قاصر ایاز، چوہدری، زاہد طارق اور اسرار الحق مدنی چیمہ نے کی۔

سپریم کورٹ میں درخواست نظر ثانی کی تیاری اور بروقت دائرگی میں محترم جناب محمد اظہر صدیق ایڈووکیٹ / چیئرمین جوڈیشل ایکٹوازم پینل نے بھرپور جذبہ ایمانی سے مدد و رہنمائی فرمائی۔

درخواست نظر ثانی کی سپریم کورٹ اسلام آباد میں سماعت کے مرحلہ پر محترم جناب کامران مرتضیٰ صاحب سینئر ایڈووکیٹ، سابق صدر سپریم کورٹ بار ایسوسی ایشن اور وائس چیئرمین پاکستان بار کونسل نے ہر طرح سے رہنمائی اور حوصلہ افزائی فرمائی۔

اس فیصلہ کو کتابی شکل میں چھپوا کر قارئین تک پہنچانے کے لیے پرنٹنگ اور ڈیزائننگ کا تمام کام وسیم فاروق شاہد، شہباز الحسن اور احمد بلال (فکس ڈاٹ پرنٹرز) نے بے حد شوق اور جذبہ ایمانی سے پایہ تکمیل تک پہنچایا۔ جو واقعی قابل تعریف ہے۔

غلام مصطفیٰ چوہدری

ایڈووکیٹ سپریم کورٹ آف پاکستان

قانون تحفظ ناموس رسالت صلی اللہ علیہ وسلم

دفعہ ۲۹۵-ج تعزیرات پاکستان ۱۸۶۰ء

۲۹۵-ج "جو کوئی بھی بذریعہ الفاظ خواہ وہ منہ سے بولے جائیں یا لکھے جائیں، یا نظر آنے والے نمونوں سے یا کسی قسم کی تہمت، بہتان تراشی خواہ اشارتاً یا کنایتاً کرے، بلاواسطہ یا بالواسطہ مقدس پیغمبر حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے متبرک نام کی بے حرمتی کرے تو اسے سزائے موت یا عمر قید کی سزا دی جائیگی اور وہ جرمانے کا بھی مستوجب ہوگا۔"

295-C ***Use of derogatory remarks, etc., in respect of the Holy Prophet.*** __ " Whoever by words, either spoken or written, or by visible representation, or by any imputation, innuendo, or insinuation, directly or indirectly, defiles the sacred name of the Holy Prophet Muhammad (peace be upon him) shall be punished with death, or imprisonment for life, and shall also be liable to fine."

نوٹ دفعہ 295-C میں "یا عمر قید" کا لفظ مکمل اسلامی سزا کے خلاف تھا۔اس لئے وفاقی شرعی عدالت نے شریعت پٹیشن نمبر 6 / L of 1987 بعنوان "محمد اسماعیل قریشی بنام پاکستان بذریعہ سیکرٹری قانون و پارلیمانی امور وغیرہ" (PLD 1991 FSC10) میں مورخہ 30 اکتوبر 1990ء کو فیصلہ صادر فرماتے ہوئے قرار دیا کہ توہین رسالت کی متبادل سزا عمر قید جو کہ تعزیرات پاکستان کی دفعہ 295-C میں درج ہے۔قرآن وسنت میں دیئے گئے احکامات کے منافی ہے۔ اس لئے صدر پاکستان کو ہدایت کی جاتی ہے کہ وہ 30 اپریل 1991ء تک دفعہ

C-295 میں درج الفاظ "یا عمر قید" کو ختم کریں۔ فیڈرل شریعت کورٹ نے مزید ہدایت فرمائی کہ دفعہ C-295 میں ایک مزید ذیلی شق کا اضافہ کیا جائے، جس کے مطابق دیگر انبیاء علیہم السلام کی شان میں گستاخی کرنے والوں کو بھی سزائے موت دی جائے گی۔

اس فیصلے کے خلاف وفاقی حکومت نے سپریم کورٹ آف پاکستان میں شریعت اپیل نمبر 5 آف 1991ء بعنوان "فیڈریشن آف پاکستان بنام محمد اسماعیل قریشی" دائر کی جسے بعدازاں مسلمانوں کے زبردست احتجاج پر حکومت کو اپنی اپیل مورخہ 19 مئی 1991ء کو واپس لینا پڑی۔

یاد رہے کہ حکومت نے وفاقی شرعی عدالت کی ہدایت کے مطابق دفعہ C-295 میں سے نہ تو الفاظ "یا عمر قید" حذف کئے اور نہ ہی ذیلی شق کا اضافہ کیا۔

یہ بات انتہائی اہم ہے کہ جب وفاقی شرعی عدالت کی Finding کو عدالت اپیل میں چیلنج نہ کیا جائے یا اس فیصلے کے خلاف اپیل کی جائے اور وہ خارج ہو جائے اور عدالت اپیل اس فیصلے کو بحال رکھے تو وفاقی شرعی عدالت کا فیصلہ نہ صرف قانون بن جاتا ہے بلکہ مذکورہ فیصلے کی پابندی سپریم کورٹ پر بھی ہوتی ہے مزید راہنمائی کیلئے 1993 SCMR 1718 کا مطالعہ مفید رہے گا۔

لہٰذا اس وقت قانون کے مطابق توہین رسالت کی سزا صرف اور صرف موت ہے

CODE OF CRIMINAL PROCEDURE

(ACT V OF 1898)

196. Prosecution for offence against the State: No Court shall take cognizance of any offence punishable under Chapter VI or IX-A of the Pakistan Penal Code (except Section 127), or punishable under Section 108-A, or Section 153-A or Section 294-A, or Section 295-A or Section 505 of the same Code, unless upon complaint made by order of or under authority from, the Federal Government or the Provincial Government concerned, or some officer empowered in this behalf by either of the two Governments.

دفعہ 196: استغاثہ بعلت ان جرائم کے جو خلاف ورزی حکومت سے متعلق ہوں — کوئی عدالت کسی ایسے جرم کی سماعت نہ کرے گی جس کی سزا مجموعہ قوانین تعزیرات پاکستان کے باب 6 یا 9 الف میں مقرر ہوئی ہے بجز دفعہ 127 کے یا جس کی سزا مجموعہ مذکور کی دفعہ 108 (الف) یا دفعہ 153 (الف) یا دفعہ 294 (الف) یا دفعہ 295 (الف) یا دفعہ 505 میں مقرر ہوئی ہے الا بر بنائے ایسی نالش کے جو مرکزی حکومت یا متعلقہ صوبائی حکومت یا کسی ایسے افسر کے حکم کے ذریعے سے یا اس کی اتھارٹی کے تحت دائر کی گئی ہو، جسے اس بارہ میں ہر دو حکومتوں میں سے کسی کی طرف سے اختیار دیا گیا ہو۔

156-A. Investigation of offence under Section 295-C, P.P.C.

Notwithstanding anything contained in this Code, no Police Officer below the Rank of Superintendent of Police shall investigate the offence alleged to have been committed by him under section 295-C of the Pakistan Penal Code, 1860, (Act XLV of 1860).

شاتمانِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے قرآنی احکامات

قرآن پاک میں اللہ تبارک وتعالیٰ نے متعدد آیات میں رسول اللہ ﷺ کو ایذاء دینے ،عداوت رکھنے اور اہانت کا ارتکاب کرنے والوں کے بارے میں واضح طور پر ان کے قلع قمع کی بابت فرمایا ہے مثلاً

(۱) سورۃ الاحزاب ،آیت نمبر 57 میں فرمان ہے کہ

"بے شک جو ایذاء دیتے ہیں اللہ اور اس کے رسول ﷺ کو، ان پر اللہ کی لعنت ہے دنیا اور آخرت میں ،اور اللہ نے ان کے لیے ذلت کا عذاب بنا رکھا ہے"۔

(۲) سورۃ الحجرات آیت نمبر 2 میں فرمایا کہ

"اے ایمان والو! تم اپنی آوازوں کو نبی مکرم ﷺ کی آواز سے بلند مت کرو۔ اور ان کے ساتھ اس طرح بلند آواز سے بات بھی نہ کرو جیسے تم ایک دوسرے سے بلند آواز کے ساتھ کرتے ہو۔ ایسا نہ ہو کہ تمہارے سارے اعمال ہی ایمان سمیت غارت ہو جائیں اور تمہیں ایمان اور اعمال کے برباد ہو جانے کا شعور تک نہ ہو۔"

(۳) سورۃ البقرہ آیت نمبر 104 میں فرمایا ہے کہ

"اے ایمان والو! نبی کریم ﷺ کو اپنی طرف متوجہ کرنے کیلئے راعنا مت کہا کرو بلکہ ادب سے انظرنا (ہماری طرف نظر کرم فرمایئے) کہا کرو۔ اور آپ ﷺ کا ارشاد بغور سنتے رہا کرو اور کافروں کیلئے دردناک عذاب ہے"

(۴) سورۃ المجادلہ آیت نمبر 20 میں ارشاد ہوتا ہے کہ

"بے شک جو لوگ اللہ اور اس کے رسول ﷺ سے عداوت رکھتے ہیں

وہی ذلیل ترین لوگوں میں سے ہیں"۔

(۵) سورۃ النور آیت نمبر 63 میں فرمایا کہ

"اے مسلمانو! تم رسول اللہ ﷺ کے بلانے کو آپس میں ایک دوسرے کو بلانے کی مثل قرار نہ دو۔ (جب رسول اللہ ﷺ تمہارے باہمی بلاوے کی مثل نہیں تو خود رسول اللہ ﷺ کی ذات گرامی تمہاری مثل کیسے ہوسکتی ہے) بے شک اللہ سبحانہ، وتعالیٰ ایسے لوگوں کو خوب جانتا ہے جو تم میں سے ایک دوسرے کی آڑ میں دربار رسالت ﷺ سے چپکے سے کھسک جاتے ہیں پس وہ لوگ جو رسول اللہ ﷺ کے امر (ادب) کی خلاف ورزی کررہے ہیں کہ دنیا میں ہی انہیں کوئی آفت آ پہنچے گی یا آخرت میں ان پر دردناک عذاب آن پڑے گا"۔

(٦) سورۃ المائدہ آیت نمبر 33 میں فرمان ہے کہ

"اور وہ جو اللہ اور اسکے رسول ﷺ سے لڑتے اور ملک میں فساد کرتے پھرتے ہیں ان کا بدلہ یہی ہے کہ چن چن کر قتل کئے جائیں یا سولی دیئے جائیں یا ان کے ایک طرف کے بازو اور دوسری طرف کے پاؤں کاٹے جائیں یا زمین سے دور یعنی ملک بدر یا قید کردیئے جائیں۔ یہ دنیا میں انکے لیے رسوائی ہے اور آخرت میں انکے لیے بڑا عذاب ہے"۔

(۷) سورۃ اللہب میں اللہ کریم نے نبی کریم ﷺ کی شان مبارکہ میں گستاخی کرنے والے ابولہب اور اس کی بیوی پر اپنے غیض وغضب کا اظہار کرتے ہوئے فرمایا:۔

"ابولہب کے دونوں ہاتھ ٹوٹ جائیں اور وہ تباہ ہوجائے (اس نے ہمارے حبیب ﷺ پر ہاتھ اٹھانے کی کوشش کی ہے۔) ① ۔اسے اس کے موروثی مال نے کچھ فائدہ نہ پہنچایا اور نہ ہی اس کی کمائی نے ② ۔

عنقریب وہ شعلوں والی آگ میں جا پڑے گا ③ ۔اور اس کی خبیث عورت بھی جو کانٹے دار لکڑیوں کا بوجھ سر پر اٹھائے پھرتی ہے (اور ہمارے حبیب ﷺ کے تلوؤں کو زخمی کرنے کے لیے رات کو ان کی راہوں میں بچھا دیتی ہے) ④ ۔اس کی گردن میں کھجور کی چھال کا وہی رسہ ہوگا جس سے کانٹوں کا گٹھا باندھتی ہے۔ ⑤ "

(۸) سورۃ القلم میں اللہ پاک نے ولید بن مغیرہ جس نے شان رسالت ﷺ میں گستاخی کا ایک کلمہ بولا تھا اس کے جواب میں اللہ تعالیٰ نے اس کے دس رذائل بیان کیے اور آخر میں نطفہ حرام ہونا بھی ظاہر فرما دیا۔ اور اس کی ماں نے بعد ازاں اس امر کی تصدیق بھی کر دی۔ان آیات مبارکہ کا ترجمہ اس طرح ہے:۔

"اور آپ ﷺ کسی ایسے شخص کی بات نہ مانیں جو بہت قسمیں کھانے والا انتہائی ذلیل ہے ⑩ ۔ جو طعنہ زن، عیب جو ہے اور لوگوں میں فساد انگیزی کے لیے چغل خوری کرتا پھرتا ہے ⑪ ۔جو بھلائی کے کام سے بہت روکنے والا بخیل، حد سے بڑھنے والا، سرکش اور سخت گناہگار ہے ⑫ ۔ جو بدمزاج درشت خو ہے مزید برآں بداصل (نطفہ حرام) بھی ہے ⑬ ۔"

چوہدری خالد محمود
ایڈووکیٹ ہائی کورٹ

عیسائی سب وشتم کیوں کرتے ہیں؟

یورپ میں جب مسلمانوں کی حکومت سپین میں قائم ہوئی تو وہاں کے عام شہریوں کو کلیسا اور پادریوں کے خود ساختہ نام نہاد مذہبی قوانین کی سخت گیری سے نجات ملی اور اس کے بجائے اسلام کے عادلانہ اور فلاحی نظام کی بدولت انہیں خوش حالی، تعلیم وتمدن اور امن وسلامتی نصیب ہوئی۔ لیکن چونکہ اہل کلیسا کے ہاتھوں سے اقتدار جاتا رہا اس لیے ان کے دلوں میں اسلام اور مسلمان حکمرانوں کے خلاف آتش انتقام بھڑک اٹھی جس نے انہیں پاگل کردیا۔ اگر وہ مسلمانوں کی حکومت یا ان کے نظام حکومت پر تنقید کرتے یا اس کے خلاف ہرزہ سرائی بھی کرتے تو حکومت وقت اسے نظر انداز کردیتی کیونکہ خلفائے راشدین اور مسلمانوں کا یہ طریقہ رہا ہے کہ وہ اپنی ذات پر حملہ کرنے والوں کو معاف کرتے رہے ہیں، جس کا عیسائیوں کے مذہبی پیشواؤں کو بخوبی علم تھا اور وہ یہ بھی جانتے تھے کہ مسلمانوں اور ان کے حکمرانوں کے لیے اگر کوئی چیز ناقابل برداشت ہے تو وہ ان کے آقا ومولا پیغمبر اسلام حضرت محمد ﷺ کی شان اقدس میں گستاخی ہے، اس لیے سپین کے پادری اور ان کے حواریوں نے ایک باقاعدہ منظّم سازش کے تحت شماتت رسول ﷺ کا ناپاک منصوبہ بنایا۔ اس سلسلہ میں جناب سید سلطان محمد شاہ نے تاریخی حوالوں سے ایک مبسوط مقالہ "اسپین میں تحریک شماتت رسول ﷺ " لکھا ہے۔ اس مقالہ کا ماخذ زیادہ تر لین پول اور ڈوزی جیسے متعصب عیسائی مورخین کی تصانیف ہیں جن میں واقعات کو مسخ کرکے پیش کیا گیا ہے۔ اگرچہ ان مورخین نے اسپین کے مسلمان حکمرانوں کی رواداری، عدل گستری، اسلامی مساوات اور ان کے دور میں علوم وفنون، تہذیب وتمدن، فلسفہ اور سائنس کے فروغ کو تسلیم کیا ہے مگر پھر بھی اسلام کے خلاف ان کی زہرناکی نمایاں ہے۔

سپین میں تحریک شماتت رسول صلی اللہ علیہ وسلم

"مسلمان اندلس میں حکمران ہوئے تو انہوں نے عیسائیوں سے رواداری کا سلوک کیا۔ عبدالرحمٰن الاوسط انتہائی رحم دل حکمران تھا۔ ان کے عہد میں اسپین میں بہت سے نصرانی حلقہ بگوش اسلام ہوگئے۔ مسلمانوں کے عمدہ اخلاق نے عیسائیوں کو بہت متاثر کیا اور وہ عربی زبان اور اسلامی تمدن کی طرف مائل ہوگئے۔ نصرانی پادریوں کو اس پر سخت غصہ اور رنج ہوا۔ اس زمانے کا ایک متعصب عیسائی الوارو رقمطراز ہے:

"میرے ہم مذہب عیسائی عربوں کی شاعری اور افسانوں سے خط اٹھاتے ہیں۔ وہ مسلمان فقیہوں اور فلسفیوں کی کتابیں مطالعہ کرتے ہیں۔ اس غرض سے نہیں کہ ان کی تردید کریں بلکہ اس لیے کہ صحیح اور نفیس عربی لکھنی آجائے۔ پادریوں کو چھوڑ کر آج کونسا عیسائی ہے جو کتب مقدسہ کی تفسیریں لاطینی زبان میں مطالعہ کرتا ہو۔ کونسا عیسائی ہے جو انجیل یا انبیاء اور حواریوں کے حالات پڑھتا ہو۔ افسوس کہ ایسے نوجوان عیسائی جو ذہانت و لیاقت میں اونچا درجہ رکھتے ہیں ان کو سوائے عربی کے کسی زبان سے واقفیت نہیں۔"

جونہی عیسائیوں میں مشرقیت بڑھتی گئی، پادریوں کی تشویش میں اضافہ ہوتا چلا گیا اور مسلمانوں کے خلاف ان کے نفرت بھرے جذبات بڑھتے گئے۔ امیر عبدالرحمٰن کی رواداری سے فائدہ اٹھاتے ہوئے انہوں نے شماتت رسول ﷺ کی تحریک شروع کی۔ اس کا ذکر کرتے ہوئے لین پول لکھتا ہے:

"اندلس میں عیسائیوں کو اپنے مذہبی مراسم آزادی سے انجام دینے کی جو رعایتیں حاصل تھیں، ان کی طبائع کی کج روی سے اس کا عجیب برعکس قسم کا نتیجہ ظاہر ہوا۔ اندلس کے پادری، کلیساؤں کے پچھلے اقتدار کو بحال کرنے کے خواہاں تھے، لیکن اسلامی حکومت کی اس روادارانہ روش سے ان عیسائیوں کے جذبات کو برانگیختہ کرنے کا موقع نہ مل سکتا تھا اس لئے انہوں نے چند غالی مسیحیوں میں یہ خیالات پیدا کیے کہ مذہب کی اصل روح تکلیفیں اٹھانے سے پیدا ہوتی ہے۔ اس لیے حکمرانوں کو مشتعل کرکے انسانی جسم اور

گوشت پوست کو تکلیفیں پہنچائی جائیں تا کہ روح کا تزکیہ وتقدیس ہو سکے۔ اس تحریک کا بانی قرطبہ کا ایک راہب یولوجیس تھا۔ وہ مجاہدے کی راہبانہ زندگی کی وجہ سے عیسائیوں میں عقیدت کی نظر سے دیکھا جاتا تھا۔ اس نے چند نوجوانوں میں فدائیت کا جذبہ پیدا کیا کہ اپنی روح کو پاک کرنے کے لیے اس نئے دین اسلام اور اس کے داعی (علیہ الصلوۃ والسلام) پر سب وشتم کریں۔ اسلامی قانون کی روح سے اسلامی حکومت میں شاتم رسول (ﷺ) کی سزا قتل ہے۔ گویا یہ نوجوان حضرت مسیح (علیہ السلام) کی پیروی کریں گے اور اپنی جانوں کو قربان کرنے کے لیے صلیب پر چڑھ جائیں گے۔"

"امیر (عبدالرحمٰن) کے عہد دولت کے آخری ایام عیسائیوں پر (انکی ناپاک جسارت کے سبب) سختی اور تشدد کی وجہ سے بہت برے گزرے۔ عیسائی مذہبی دیوانے، بے ہودہ شہرت اور مفروضہ قربانی کی خاطر مسجدوں کو ناپاک بنا دیتے اور نبی اکرم ﷺ کی شان عالی میں بے ہودہ باتیں کہتے۔ سختی سے کام لیا گیا اور نرمی سے بھی لیکن یہ سلسلہ بند نہ ہوا۔ ان واقعات نے امیر کی صحت پر برا اثر ڈالا اور وہ 852 عیسوی میں دنیا سے رخصت ہوئے۔"

"شماتت رسول ﷺ کی یہ تحریک امیر عبدالرحمٰن الاوسط کے دور میں شروع ہوئی اور اس کے فرزند ارجمند امیر محمد بن عبدالرحمٰن کے عہد میں اپنے انجام کو پہنچی۔ دونوں باپ بیٹوں نے توہین رسول ﷺ کا ارتکاب کرنے والوں کے لیے شرعی قانون کے مطابق سزائے موت کا فرمان جاری کیا تھا۔ یہ تحریک 234 ہجری (850 عیسوی) میں شروع ہوئی اور 246 ہجری (860 عیسوی) میں ختم ہوئی۔"

"اس دوران بہت سے شاتمان مصطفے (ﷺ) کو واصل جہنم کیا گیا۔ سٹینلے لین پول کے بقول 851ء کے موسم گرما کے دو مہینے سے کم عرصے کے اندر گیارہ گستاخوں کو موت کی نیند سلا دیا گیا۔ ہیرلڈ لیور مور تعداد بتائے بغیر بہت سے عیسائیوں کے قتل کیے جانے کا ذکر کرتا ہے۔ انسائیکلوپیڈیا برٹانیکا میں 53 افراد کے شماتت رسول ﷺ کی پاداش میں قتل کیے جانے کا

تذکرہ ملتا ہے۔ این میری شمل بھی عیسائی گستاخوں کی دانستہ طور پر پیغمبر اسلام ﷺ کی بے ادبی کرنے کی سزا میں قتل ہونے کی طرف اشارہ کرتی ہیں۔

پادری یولوجیئس کون تھا؟

اندلس میں چلائی جانے والی تحریک شماتت رسول (ﷺ) کا بانی پادری یولوجیئس تھا۔ وہ قرطبی خاندان کا آدمی تھا۔ یہ خاندان جس قدر عیسائی مذہب سے شغف رکھتا تھا۔ اسی قدر اسلام سے عداوت رکھنے میں مشہور تھا۔ یولوجیئس کا دادا (اس کا نام بھی یولوجیئس تھا) جس وقت مسجد کے مینار سے موذن کی آواز سنتا تھا، تو اپنے جسم پر نشان صلیب بناتا تھا اور داؤد نبی کا یہ زبور گانے لگتا تھا۔ ''اے خدا! چپ نہ ہو۔ اے خدا! چین نہ لے، کیونکہ دیکھ تیرے دشمن اودھم مچاتے ہیں اور ان لوگوں نے جو تجھ سے کینہ رکھتے ہیں، سر اٹھایا ہے۔'' یولوجیئس کی تعلیم شروع ہی سے اس غرض سے ہوئی تھی کہ پادری بنے۔

خانقاہ سنت زولوس کے پادریوں کی شاگردی میں اس نے رات دن اس قدر محنت کی کہ اپنے ہم مکتبوں ہی سے نہیں بلکہ استادوں سے بھی (مسلم دشمنی میں) بڑھ گیا۔ اس کے بعد وہ پوشیدہ طور پر قرطبہ کے مشہور و معروف مسیحی علماء رئیس راہبان اسپرا کے درس میں شریک ہونے لگا، جو انتہائی متعصب اور اسلام کا بدترین دشمن تھا۔ اس نے یولوجیئس پر اپنا اثر دکھایا اور اسی رئیس راہبان نے اس کے دل میں اسلام کی طرف سے وہ عداوت پیدا کردی جو بعد میں یولوجیئس کی طبعیت کا خاصا ہوگئی۔

یولوجیئس شروع میں سنت زولوس کے گرجا میں شماس کے عہدے پر مقرر ہوا، پھر وہاں کا پادری ہوگیا۔ عیسائی اس کی نیکیوں کی تعریف کرنے لگے۔ یہ بدبخت پیغمبر اسلام ﷺ سے انتہا درجہ کی عداوت رکھتا تھا اور ایک بدکردار شخص تھا۔ اس بدبخت نے 850ء میں سرعام پیغمبر ﷺ کی گستاخی اور بے ادبی کرنے کی تحریک کا آغاز کیا۔ یہ امیر عبدالرحمٰن کا دور حکومت

تھا۔ یولوجیئس نے لاطینی زبان میں کسی عیسائی کی لکھی ہوئی پیغمبر اسلام ﷺ کی سیرت کی کتاب کا مطالعہ کیا، جس میں معجزات مصطفیٰ ﷺ کو غلط رنگ میں پیش کیا گیا تھا۔ اس سے اس کے دل میں حضور نبی کریم علیہ الصلوۃ والتسلیم کے خلاف نفرت میں اور اضافہ ہوتا چلا گیا۔

یہ رسوائے زمانہ شخص جو خلاصۂ موجودات اور دیباچۂ کائنات ﷺ جیسی ہستی کے متعلق نازیبا باتیں گھڑتا اور عیسائیوں کو ان کی توہین وتضحیک پر اکساتا تھا۔ امیر عبدالرحمٰن نے تحریک شماتت رسول (ﷺ) کے سرگرم ارکان کو قید خانہ میں ڈال دیا۔ ان میں یولوجیئس بھی تھا۔ اور عبدالرحمٰن کے فرزند کے ہاتھوں کیفر کردار کو پہنچا۔ اس کے قتل کے بعد اس کی چلائی ہوئی تحریک خود بخود ختم ہوگئی۔ لیور مور نے لکھا ہے کہ یولوجیئس کا 859ء میں سر قلم کیا گیا۔

محمد طاہر سلطان کھوکھر
سینئر ایڈووکیٹ ہائی کورٹ

حضور ﷺ کی شان میں گستاخی کرنے والی سابہ کافرہ (گستاخی کرنے والی عورتوں) کے قتل کئے جانے کے چند واقعات

ا۔ حضرت عمیر بن عدی رضی اللہ عنہ کا شاتمہ کافرہ کو قتل کرنا

اسماء بنت مروان خطمی نبی اکرم ﷺ کو ایذا دیتی تھی اور اسلام میں عیب نکالتی، نبی ﷺ کے خلاف لوگوں کو بھڑکاتی اور حضور ﷺ کے خلاف ہجو یہ اشعار کہتی تھی۔ جب حضرت عمیر بن عدی رضی اللہ عنہ کو اس کے اشعار اور لوگوں کو بھڑکانے کی بابت پتہ چلا تو آپ نے یہ منت مانی کہ اے اللہ! میں یہ منت مانتا ہوں کہ اگر رسول اللہ ﷺ (بخیریت) مدینہ طیبہ لوٹ آئے تو میں اس کو ضرور قتل کروں گا۔ رسول اللہ ﷺ ان دنوں بدر میں تھے۔ پس جب رسول اللہ ﷺ (بخیریت) بدر سے واپس لوٹ آئے تو عمیر بن عدی اس عورت کے گھر ایک رات اس حال میں داخل ہوئے کہ اس عورت کے بچے اس کے اردگرد سورہے تھے اور ان میں سے ایک بچہ اس کا دودھ پی رہا تھا۔ آپ نے اپنے ہاتھ سے ٹٹول کر محسوس کیا تو بچے کو اس کے سینے پر دودھ پیتے ہوئے پایا، پھر اس بچے کو اس سے الگ کیا اور اپنی تلوار اس کی چھاتی میں اس طرح دبائی کہ وہ اس کی کمر سے جانکلی۔ پھر وہاں سے واپس نکلے یہاں تک کہ صبح کی نماز حضور ﷺ کے ساتھ مدینہ طیبہ میں ادا کی۔

پس جب حضور ﷺ نماز سے فارغ ہوئے اور حضرت عمیر رضی اللہ عنہ کی طرف آپ ﷺ نے دیکھا تو پوچھا کہ کیا تو نے بنت مروان کو مار ڈالا ہے۔ آپ نے جواب دیا: یا رسول اللہ ﷺ میرے ماں باپ آپ ﷺ پر قربان ہوں ایسا ہی ہے۔ (میں نے اسے مار ڈالا ہے)

ترجمہ

"حضرت عمیر رضی اللہ عنہ ڈر گئے کہ اس قتل پر نبی کریم ﷺ باز پرس کریں گے چنانچہ عرض کی یا رسول اللہ ﷺ اس قتل کی وجہ سے مجھ پر کوئی شے (سزا) ہے۔ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: اس کے معاملے میں تو دو بکریوں کے سینگ بھی نہیں ٹکرائیں گے (یعنی کوئی باز پرس نہیں ہوگی) راوی کہتے ہیں کہ میں نے یہ الفاظ (دو بکریوں کے سینگ بھی نہیں ٹکرائیں گے) پہلی دفعہ

رسول اللہ ﷺ سے سنے حضرت عمیر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنے پاس بیٹھے ہوئے لوگوں کی طرف توجہ فرمائی اور ارشاد فرمایا: اگر تم پسند کرتے ہو کہ ایسے شخص کی طرف دیکھو کہ جس نے پیٹھ پیچھے اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی مدد کی ہے تو عمیر بن عدی رضی اللہ عنہ کو دیکھ لو۔ یہ سن کر حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ بولے اس اندھے کو دیکھو جو اللہ کی اطاعت میں کتنا متشدد ہے پس نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: اس کو اندھا نہ کہو بلکہ یہی تو بصارت والا ہے۔"

(کتاب المغازی 1-161. دار الکتب العلمیہ، بیروت لبنان)

2-ایک نابینا صحابی کا شاتمہ مشرکہ کو قتل کرنا

ایک نابینا صحابی نے اپنی ام ولد کو اس بناء پر قتل کر دیا کہ وہ حضور ﷺ کو گالیاں دیتی تھی۔ چنانچہ حضور ﷺ نے اس کے خون کو رائیگاں قرار دیا:

ترجمہ

"حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے، ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک نابینا صحابی کی ام ولد (لونڈی) تھی جو حضور ﷺ کو گالیاں دیتی تھی۔ وہ صحابی اس کو منع کرتے، وہ نہ رکتی۔ اسے جھڑکتے لیکن وہ نہ مانتی، ایک رات وہ حضور ﷺ کے بارے میں جب برائی کے کلمات کہنے لگی تو اس صحابی نے تلوار لی اس کے پیٹ میں رکھی اور اس پر زور ڈالا اور اسے قتل کر دیا۔ اس کے پاؤں میں بچہ گرا اور خون آلود ہوگیا۔ پس جب صبح کے وقت حضور ﷺ کے سامنے یہ واقعہ ذکر کیا گیا تو حضور ﷺ نے لوگوں کو جمع کیا اور فرمایا: میں اللہ کی قسم دیتا ہوں اس شخص کو جس نے یہ کام کیا جس پر میرا کوئی حق ہے وہ کھڑا ہو جائے چنانچہ وہ نابینا صحابی کھڑے ہوگئے اور لوگوں کو چیرتے ہوئے لرزہ براندام حضور ﷺ کے سامنے آکر بیٹھ گئے اور عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ میں اس لونڈی کا مالک ہوں یہ آپ ﷺ کو گالیاں دیا کرتی تھی اور برے کلمات سے یاد کرتی تھی میں اسے روکتا نہ رکتی، اسے جھڑکتا باز نہ آتی اور اس سے موتیوں کی مانند میرے دو بچے ہیں اور یہ میری رفیقہ حیات تھی۔ گزشتہ رات جب اس نے آپ ﷺ کو گالیاں دینا اور برا بھلا کہنا شروع کیا تو میں نے تلوار اٹھائی، اس کو اس کے پیٹ پر رکھ کر دبایا اور

اسے قتل کر دیا پس اس پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: تم گواہ ہو جاؤ اس (گستاخہ) کا خون رائیگاں چلا گیا ہے"۔

(سنن ابی دائود:2-243۔ایچ ایم سعید کمپنی)

3-یہودی شاتمہ کو قتل کرنا

ایک یہودی شاتمہ کو جب اس کا گلا گھونٹ کر قتل کیا گیا تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کا خون بھی رائیگاں قرار دیا:

ترجمہ

"حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک یہودی عورت حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو گالیاں دیتی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں نازیبا کلمات کہتی ایک مسلمان نے اس کا گلا گھونٹ کر اسے مار دیا تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کا خون رائیگاں قرار دیا۔"

(سنن ابی دائود :2-243. ایچ ایم سعید کمپنی)

سنن ابوداؤد ہی کی اس روایت سے بھی یہ واضح ہو رہا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس گستاخ ملعونہ کے خون کو باطل قرار دیا، اس کے خون کا باطل قرار دینا بھی اس کے مباح الدم ہونے پر ہی دلالت کرتا ہے جس کے سبب قاتل پر کوئی قصاص، دیت یا تعزیری سزا نہیں۔

4-حضرت عمیر بن امیہ رضی اللہ عنہ کا اپنی سابہ مشرکہ بہن کو قتل کرنا

حضرت عمیر بن امیہ رضی اللہ عنہ نے بھی اپنی مشرکہ بہن کو جہنم واصل کر دیا جو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو گالیاں دیتی تھی:

ترجمہ

"حضرت عمیر بن امیہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ان کی ایک مشرکہ بہن تھی جب وہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف جاتے تو وہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حوالے سے ان کو اذیت دیتی اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو گالیاں دیتی ایک دن یہ تلوار لے کر آئے اور اس کو قتل کر دیا اس کے بیٹے کھڑے ہوئے اور چیخنے لگے اور کہنے لگے

ہمیں پتہ ہے کہ اس کو کس نے قتل کیا ہے ہماری ماں مار ڈالی گئی جبکہ یہاں ایسے لوگ بھی ہیں کہ جن کے ماں باپ مشرک ہیں جب حضرت عمیر رضی اللہ عنہ کو خطرہ لاحق ہوا کہ وہ اپنی ماں کے بدلے کسی اور بے گناہ کو قاتل سمجھ کر قتل کر دینگے تو وہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس حاضر ہوئے اور انہیں اس قتل کی خبر دی پس سرکار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پوچھا کیا تو نے اپنی بہن کو مار ڈالا؟ انہوں نے عرض کیا جی ہاں! سرکار صلی اللہ علیہ وسلم نے پھر پوچھا کہ کیوں؟ عرض کی اس لیے کہ وہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے معاملے میں مجھے اذیت دیتی تھی (آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی گستاخی کرتی تھی) پس نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کے بیٹوں کو بلا بھیجا اور ان سے اس کے قاتل کے بارے میں دریافت کیا تو انہوں نے حضرت عمیر رضی اللہ عنہ کے علاوہ کسی اور کا نام لیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انہیں اس قتل کے بارے میں بتایا اور اس کا خون رائیگاں قرار دیا! مقتول کے بیٹوں نے جب یہ سنا تو وہ کہنے لگے کہ ہم نے قبول کیا اور اطاعت کی"۔

(المعجم الکبیر:17-68 مکتبہ ابن تیمیہ)

اس حدیث شریف میں بھی حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت عمیر بن امیہ رضی اللہ عنہ کی بہن کے خون کو رائیگاں قرار دیا جو گستاخی رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مرتکب کوئی تھی اور مقتولہ کے بیٹوں کو بلا کر فرمایا: تمہاری ماں کا خون رائیگاں ہے جس پر انہوں نے کہا: ہم نے قبول کیا اور اطاعت کی۔ یہاں یہ بات قابل ذکر ہے کہ ایک یہودی اور گستاخ ماں کے بیٹوں نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ فیصلہ تسلیم کر لیا۔

5-ابن خطل کی لونڈیوں کے قتل کا حکم

ترجمہ

"نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ابن خطل کی ان دو لونڈیوں کو جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ہجو (گستاخی) میں گایا کرتی تھیں قتل کرنے کا حکم دیا"۔

(سنن الکبری، ج ۹، ص 121)

6-ایک غیر مسلم شاتمہ کو قتل کرنے کا حکم

ترجمہ

"ایک عورت نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی گستاخی کرتی تھی تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: کون ہے جو میرے دشمن کے لیے کافی ہو (اسے قتل کرے) حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نکلے اور اسے قتل کر دیا۔

(مصنف عبدالرزاق جلد 5صفحہ 307)

7-بنوقریظہ کی یھودی شاتمہ کا قتل

ترجمہ

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے:

"بنی قریظہ کی عورتوں میں سے کوئی عورت نہیں ماری گئی مگر ایک عورت جو میرے پاس بیٹھی تھی اور باتیں کر رہی تھی اور ہنس رہی تھی اس طرح کہ اس کی پیٹھ اور پیٹ میں بل پڑے جا رہے تھے حالانکہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس قبیلہ کے مردوں کو بازار میں قتل کرنے کا حکم فرما رہے تھے اتنے میں ایک پکارنے والے نے اس کا نام لے کر پکارا کہ فلاں عورت کون ہے؟ اس نے کہا: میں ہوں، میں نے اس سے پوچھا کہ آخر ماجرا کیا ہے؟ (تجھے قتل کے لیے بلایا جارہا ہے حالانکہ عورتوں کا قتل ممنوع ہے)۔ وہ بولی: "میں نے ایسی ہی حرکت کی ہے (یعنی نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو گالی دی ہے)" حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ: پھر وہ پکارنے والا اس عورت کو لے گیا اور اس کی گردن ماردی گئی اور میں اب تک نہیں بھولی جیسا اس وقت مجھے تعجب ہوا تھا وہ ہنستی جاتی تھی اور اس کی پیٹھ اور پیٹ پر بل پڑے جاتے تھے حالانکہ اس کو معلوم تھا کہ قتل کی جانیوالی ہے"۔

(سنن ابی داؤد، کتاب الجھاد، باب فی قتل النساء ح: ۲۶۷۱)

8-گستاخہ ام جمیل زوجہ ابولھب

اس کا نام اروی اور کنیت ام جمیل تھی یہ ابوسفیان کی بہن اور ابولہب کی بیوی تھی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دشمنی میں اپنے شوہر سے کم نہ تھی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ہجو میں

اشعار پڑھتی، جنگل سے خاردار جھاڑیاں لاکر رات کے وقت رسول اللہ ﷺ کے گھر کے آگے ڈال دیتی تاکہ جب آپ ﷺ بیت اللہ کو جائیں گے تو آپ ﷺ کے پاؤں میں کانٹے لگیں۔

ام جمیل ایک بدزبان عورت تھی۔جس وقت سورۃ لہب نازل ہوئی۔اسکو ام جمیل نے سنا تو بپھری ہوئی رسول اللہ ﷺ کی تلاش میں نکلی۔اس کے ہاتھ میں مٹھی بھر پتھر تھے۔رسول اللہ ﷺ کی ہجو میں اپنے یہی اشعار پڑھتی ہوئی حرم میں پہنچی تو وہاں حضرت ابوبکر صدیق ؓ تشریف فرما تھے۔ابوبکر صدیق ؓ نے عرض کیا کہا "یارسول اللہ ﷺ یہ آرہی ہے اور مجھے اندیشہ ہے کہ آپ کو دیکھ کر یہ کوئی بیہودگی کرے گی۔حضور ﷺ نے فرمایا یہ مجھ کو نہیں دیکھ سکے گی۔چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ آپ ﷺ کے موجود ہونے کے باوجود وہ آپ ﷺ کو نہ دیکھ سکی اور اس نے حضرت ابوبکر صدیق ؓ سے کہا کہ میں نے سنا ہے کہ تمہارے صاحب نے میری ہجو کی ہے حضرت ابوبکر صدیق ؓ نے فرمایا۔اس گھر کے رب کی قسم انہوں نے تو تمہاری ہجو نہیں کی ہے۔(حضرت ابوبکر صدیق ؓ کی مراد یہ تھی کہ رسول اللہ ﷺ نے تمہاری ہجو نہیں کی بلکہ تمہاری ہجو اللہ تعالیٰ نے کی ہے) یہ جواب سن کر وہ واپس چلی گئی اس کے جانے کے بعد ابوبکر صدیق ؓ نے رسول اللہ ﷺ سے پوچھا کیا اس نے آپ ﷺ کو نہیں دیکھا؟ آپ ﷺ نے فرمایا فرشتہ آڑ بن کر کھڑا ہوا تھا جب تک وہ واپس نہ چلی گئی۔

گستاخہ کا انجام

ام جمیل گردن میں ایک قیمتی سونے کا ہار پہنتی تھی اور کہا کرتی تھی کہ لات اور عزیٰ کی قسم میں اپنا یہ ہار فروخت کر کے اس کی قیمت محمد ﷺ کی مخالفت کے کاموں میں خرچ کروں گی۔اللہ تعالیٰ کا کرنا ایسا ہوا کہ جس مضبوط بٹی ہوئی رسی سے وہ خاردار جھاڑیاں جنگل سے باندھ کر لاتی اسی رسی کو اپنے گلے میں ڈال لیتی کہ یہ گٹھا سر سے گر نہ جائے، یہ لکڑیاں لاکر رسول اللہ ﷺ کے دروازے کے باہر رات کو پھینکتی تھی

ایک دن لکڑیوں کا ایک گٹھا سر پر اور رسی گلے میں تھی تھک کر ایک پتھر پر بیٹھ گئی لکڑیوں کا گٹھا پیچھے گر گیا فرشتے نے پیچھے سے زور سے رسی کو کھینچا جس سے گلہ گھٹ گیا اور کم بخت مر گئی۔ اور اس کے گلے میں وہی رسی تھی جس سے وہ لکڑیاں باندھتی تھی بعض اہل علم نے کہا کہ قیامت کے دن اس کے گلے میں جہنم کی آگ کی رسی ہوگی جس سے اسے کھینچ کر جہنم کے اوپر لایا جائے گا پھر ڈھیلی چھوڑ کر جہنم کی تہہ میں پہنچایا جائیگا یہی عذاب اس گستاخ رسول ام جمیل کو ہوتا رہے گا۔

گستاخہ کے خاوند ابو لہب کا انجام

ابولہب کا اصلی نام عبدالعزیٰ تھا۔ یہ عبدالمطلب کی اولاد سے تھا۔ سرخ رنگ ہونے وجہ سے اسکی کنیت ابولہب تھی یہ بد بخت رسول اللہ ﷺ کا بے حد دشمن، اسلام کا شدید مخالف اور مسلمانوں کو سخت ایذائیں دینے والا تھا۔ رسول اللہ ﷺ نے جب کوہ صفاء پر توحید کا اعلان فرمایا تو سب سے پہلے ابولہب نے کہا

تبالك الهذاجمعتنا (رواہ البخاری، کتاب التفسیر)

"تم پر ہلاکت ہو، کیا اس لئے تو نے ہمیں جمع کیا تھا؟"

ابولہب کی اس بداخلاقی اور گستاخی کے جواب میں اللہ تعالیٰ نے یہ سورۃ اللھب نازل فرمائی۔

ترجمہ

"ابولہب کے دونوں ہاتھ ٹوٹ جائیں اور وہ تباہ ہوجائے (اس نے ہمارے حبیب پر ہاتھ اٹھانے کی کوشش کی) اسے اس کے (موروثی) مال نے کچھ فائدہ نہ پہنچایا اور نہ ہی اسکی کمائی نے عنقریب وہ شعلوں والی آگ میں جا پڑے گا اور اس کی (خبیث) عورت (بھی) جو (کانٹے دار) لکڑیوں کا بوجھ (سر پر) اٹھائے پھرتی ہے اس کی گردن میں کھجور کی چھال کا (وہی) رسہ ہوگا (جس سے کانٹوں کا گٹھا باندھتی

ہے)۔"

سورۃ اللھب کے نزول کو ابھی آٹھ سال ہی گزرے تھے کہ جنگ بدر میں بڑے بڑے سرداران قریش مارے گئے جو رسول اللہ ﷺ کی دشمنی میں ابولہب کے ساتھی، معاون اور مددگار تھے مکہ میں جب بدر کی شکست کی اطلاع پہنچی تو سب سے زیادہ دکھ اور رنج ابولہب کو ہوا۔ یہ اسی صدمے اور رنج میں بیمار پڑ گیا ساتویں روز بیماری چیچک کی شکل اختیار کر گئی جس وجہ سے اس کے گھر والوں نے اسے چھوڑ دیا اس کے بیٹوں نے اس کے ساتھ کھانا پینا بھی ترک کر دیا بالآخر وہ نہایت بے کسی کی موت مرا۔ مرنے کے بعد اس کے بیٹے بھی اس کے قریب نہ گئے تین دن تک اس کی لاش کے قریب کوئی نہ گیا۔ اس سے بدبو پھیلنے لگی تب لوگوں نے اس کے بیٹوں کو طعنے دینے شروع کئے تو انہوں نے ایک حبشی کو کچھ مزدوری دی جس نے ایک گڑھا کھودا اور لکڑیوں سے اس کی لاش کو دھکیل کر اس گڑھے میں پھینک دیا اور اوپر مٹی ڈال دی۔

طاہرہ شاہین
ایڈووکیٹ ہائی کورٹ

31 اکتوبر اور فیصلہ

کیا آسیہ مسیح کی رہائی کا فیصلہ یورپی یونین اور یہود و نصاریٰ کی خواہشات کی تکمیل تھی؟
یہ فیصلہ 31 اکتوبر کو سنایا گیا۔ اس تاریخ کو شاتم رسول راج پال کو واصل جہنم کرنے والے نوجوان عاشق رسول ﷺ غازی علم الدین شہیدؒ کی شہادت کا دن ہے۔ اس تاریخ (31 اکتوبر 1929ء) کو انگریزی عدالت کے حکم پر عاشق رسول ﷺ کو پھانسی دے کر شہید کیا گیا تھا۔ غازی علم الدینؒ کی طرف سے اس مقدمہ کی پیروی بیرسٹر محمد علی جناح'' نے کی جو بعد میں برصغیر کے مسلمانوں کے قائد اعظم بنے اور غازی علم الدینؒ کی شہادت پر حضرت علامہ اقبالؒ نے رشک کیا تھا۔ ہندوستان کے تمام جید علماء اور مسلمانوں کی تمام قیادت غازی علم الدین شہیدؒ کی پشت پر تھی۔

آسیہ مسیح کو عدالت سیشن اور عدالت عالیہ سے توہین رسالت کا جرم ثابت ہونے پر سزائے موت سنائی گئی تھی اور عدالت عظمیٰ میں اس فیصلے کے خلاف اپیل کی سماعت 8 اکتوبر 2018ء کو کی گئی اور فریقین کے دلائل سننے کے بعد فیصلہ محفوظ کر لیا گیا۔ اور بعد ازاں مورخہ 31 اکتوبر 2018ء کو فیصلہ سنا کر آسیہ مسیح کو بری کر دیا گیا۔

31 اکتوبر مغربی دنیا میں ہالووین جنات، بلاؤں، بھوتوں اور چڑیلوں کا دن ہے شیطان پرستوں اور شیطانی مذہبی رسومات کا اہم ترین دن ہے اسے ان کے ہاں شیطان کی سالگرہ کا دن بھی گردانا جاتا ہے۔ اس رات گلی کوچوں، مارکیٹوں، پارکوں اور دیگر مقامات پر جابجا ڈراؤنے چہروں اور خوفناک لباسوں میں ملبوس چھوٹے بڑے بھوت اور چڑیلیں چلتی پھرتی دکھائی دیتی ہیں۔ اکثر گھروں کے باہر بڑے بڑے کدو بیٹھے نظر آتے ہیں جن پر ہیبت ناک شکلیں تراشی گئی ہوتی ہیں۔ مختصراً یہ کہ 31 اکتوبر کی موج مستی بھری شام جس میں لوگ بھیس بدل کر اور بچے جن، بھوت کی طرح حلیہ بنا کر ایک دوسرے سے مذاق کرتے ہیں اور شوخیاں

بکھیرتے ہیں۔ مغربی دنیا کے اس اہم ترین تہوار کے موقعہ پر اسلامی جمہوریہ پاکستان کی اعلیٰ ترین عدالت نے گستاخی رسول کے جرم میں سزا پانے والی آسیہ مسیح کی بریت کا فیصلہ 31 اکتوبر کو سنایا۔ اس کی کوئی خاص وجہ تھی یا مغربی دنیا کے اس تہوار ہالووین کے موقع پر ان کو کوئی خاص تحفہ دے کر ان کی خوشیوں کو دوبالا کرنا مقصود تھا۔ اس موقع پر حضرت علامہ اقبالؒ کا ایک شعر یاد آگیا جو نظر قارئین ہے۔

اے مسلماں اپنے دل سے پوچھ ملاّ سے نہ پوچھ
ہوگیا اللہ کے بندوں سے کیوں خالی حرم

ملک طارق محمود
ایڈووکیٹ ہائی کورٹ
تلہ گنگ، چکوال

جبل سینا کے راہبان سے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا میثاق

عاصیہ مسیح کی رہائی کے فیصلہ کے پیراگراف نمبر 24 میں عاصیہ کے تحفظ کے لئے یہود و نصاریٰ کے ساتھ میثاق کا ایک حوالہ دیا گیا ہے اس کے بارے میں چند گزارشات عرض خدمت ہیں کہ یہ ایک من گھڑت دستاویز (counterfeit document) ہے جس کی کوئی شرعی حیثیت نہیں ہوتی۔

بے شک اسلام نے غیر مسلموں کے حقوق بیان کئے ہیں۔ جس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی کئی احادیث شاہد ہیں، اس کے علاوہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے خود کئی غیر مسلموں کے ساتھ معاہدات بھی فرمائے، اور آپ کے علاوہ خلفائے راشدینؓ کے دور میں بھی کئی معاہدات ہوئے جن کا ذکر کتب احادیث و تاریخ میں موجود ہے اور انھیں دیکھتے ہوئے فقہاء کرام نے کتب سیر میں غیر مسلم (ذمیوں) کے حقوق کو تفصیل کے ساتھ درج کیا ہے۔ جس کی روشنی میں ان کی جان، مال اور عبادت گاہوں کو نقصان نہیں پہنچایا جا سکتا۔ اور اسلامی ریاست پر یہ ذمہ داری عائد کی ہے کہ شریعت میں بیان کئے گئے ان کے حقوق کا تحفظ کرے۔

لیکن ان حقوق کو بیان کرتے ہوئے انھیں اس بات کی کبھی بھی اجازت نہیں دی گئی کہ وہ اہل اسلام کے عقائد و نظریات پر حملہ آور ہو جائیں۔ اسلام اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی تحقیر و تضحیک یا توہین کرنا شروع کر دیں۔ اگر وہ ایسا کرتے ہیں تو اسلامی شریعت میں بیان کئے گئے قوانین کے مطابق سزا کے مستحق ہیں، اور اسلامی ریاست کی یہ ذمہ داری ہے کہ وہ قانون کے مطابق انھیں سزا دے۔

اس معاہدہ کے من گھڑت اور نا قابل حجت ہونے کی کئی وجوہات ہیں:

پہلی وجہ:

رسول اللہ ﷺ کے فرامین امت کے لئے حجت ہیں، لیکن چودہ سو سال سے مسلمانوں کے ہاں اس کے اصول وضوابط ہیں کہ کس فرمان کو تسلیم کرنا ہے اور کون سا فرمان موضوع (من گھڑت) ہے۔ جس پر محدثین کی درجنوں کتب اصول احادیث موجود ہیں۔ اور جان بوجھ کر ایسے موضوع (من گھڑت) بات کو فرمان رسول ﷺ بیان کرنا گناہ ہے۔ اسلامی احکامات میں جو فرمان رسول ﷺ حجت تسلیم کیا جاتا ہے اس میں بہت سی شرائط میں سے سب سے پہلی اور بنیادی شرط یہ ہے کہ اس کی سند میں کوئی کافر نہ ہو یعنی ہر راوی مسلمان ہو اس کے بعد سب کے سب عادل بھی ہوں۔ لیکن اس کیس میں John A. Morrow کی کتاب "The Covenants of the Prophet Muhammad with the Christians of the World" سے لئے گئے معاہدہ کا حوالہ پیش کیا گیا ہے۔ جسے جان اینڈریو مورو نے بھی عیسائی راہبوں کے حوالے سے بیان کئے گئے معاہدہ کے طور پر پیش کیا ہے۔ اسلامی کتب احادیث یا مستند تاریخ میں اس متن کا معاہدہ کہیں نہیں ملتا۔ اس کی کوئی اصل وحقیقت نہیں بلکہ یہ یہودیوں اور عیسائیوں کی طرف سے من گھڑت، خود ساختہ اور اختراع کیا ہوا "وثیقہ" ہے جس پر اسلامی تاریخ بھی اس بات کی گواہ ہے کہ ایسے خود ساختہ معاہدے وہ اپنے مذموم مقاصد میں استعمال کرنے کی کوشش کرتے رہے ہیں، لیکن کبھی انھیں کامیابی نہ مل سکی۔ اب بھی بظاہر یہی لگتا ہے کہ اسی معاہدے کی آڑ میں چھپنے کی کوشش کی جارہی ہے اور اس کو آئندہ بھی قانون کا حصہ بنا کر مسلمانوں کو اس جھوٹے معاہدے کا پابند بنانے کے لئے راستہ ہموار کیا جا رہا ہے جو سراسر ظلم ہے۔ اس کے من گھڑت وجھوٹے ہونے پہ دلیل خود اس معاہدے کے نسخوں میں فرق ہے اور جن افراد کے نام اس معاہدہ کو تحریر کرنے والوں کے حوالے سے لکھے گئے ہیں ان کے ناموں میں فرق اور اس کے علاوہ جن صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کو اس معاہدہ کا گواہ بنایا گیا ہے، ان کے اسلام قبول کرنے کے زمانہ میں فرق نہ صرف ان معاہدوں کے تمام نسخوں کے جھوٹا و من گھڑت ہونے کے لئے کافی ہے، بلکہ اس

سے اس سازش کو تیار کرنے والے کی اسلامی تاریخ سے ناآشنائی بھی ظاہر ہو جاتی ہے۔

دوسری وجہ:

کچھ عرصہ پہلے سپریم کورٹ نے پانامہ پیپرز کیس میں سابق وزیر اعظم کا لیٹر اس بنیاد پر رد کر دیا تھا کہ وہ کمپیوٹر کے اس فونٹ (کیلبری فونٹ) میں لکھا گیا ہے جو لیٹر تحریر ہونے کی تاریخ میں ایجاد ہی نہیں ہوا تھا۔ لہٰذا "سینٹ کیتھرین کے عہد نامہ" میں بھی اسی طرح کے سقم ہیں۔ اس کے علاوہ ہمارے اسلاف محدثین، فقہاء اور قضاء (Judges) ان سقم کو دیکھتے ہوئے اسے اور اس جیسے دوسرے کئی معاہدوں کو جعلی بھی قرار دے چکے ہیں کیونکہ وہ بھی کسی تحریر یا نسخہ کو اس معیار پر پرکھتے تھے، اگر وہ اس قسم کے سقم سے پاک ہوتا اور مستند ہوتا تو پھر اس کے ثبوت کا قول کیا کرتے تھے، وگرنہ وہ رد ہو جاتا۔ اس ضمن میں کی جانے والی ابحاث کتب اصول احادیث میں مقارنہ بین النسخ کے تحت موجود ہیں۔

اس معاہدہ میں بھی جان اینڈریو مورو (John Andrew Morrow) نے 3 محرم 2ھ مسجد نبوی میں حضرت علیؓ کے ہاتھ سے اس کی کتابت کا ذکر کیا ہے اور اس معاہدہ کے نیچے جن لوگوں کو بطور گواہ پیش کیا ہے وہ اس معاہدہ کے من گھڑت اور جعلی ہونے کو واضح کر دیتے ہیں۔ ان میں باقی صحابہ کرامؓ کے علاوہ حضرت عباس بن عبد المطلبؓ، آپ کے بیٹے فضل بن عباسؓ اور حضرت عبد اللہ بن عمرو بن العاصؓ کا ذکر ہے ان میں حضرت عباس بن عبد المطلبؓ نے اپنے اسلام کا فتح مکہ سے کچھ ہی عرصہ پہلے اظہار کیا اور مدینہ طیبہ ہجرت کی اس دور میں مدینہ طیبہ میں بطور مسلمان آئے ہی نہیں تھے۔ اور حضرت عبد اللہ بن عمرو بن العاصؓ بھی 7ھ کو اسلام قبول کر کے مکہ سے مدینہ تشریف لائے اور حضرت فضل بن عباسؓ کا بھی 2ھ تک اسلام لاکر مدینہ طیبہ منتقل ہونے کا کوئی ثبوت نہیں ہے۔ جب یہ افراد ابھی بطور مسلمان مدینہ میں رہتے ہی نہیں تھے تو گواہ کہاں سے بن گئے۔ اسی طرح حضرت ابوھریرہؓ اور ابو درداءؓ بھی اس دور میں مسلمان نہیں ہوئے تھے۔

تیسری وجہ:

فیصلہ میں لکھا گیا ہے کہ 628ھ کے قریب "سینٹ کیتھرین کی خانقاہ" جو دنیا کی قدیم ترین خانقاہ ہے اور مصر کے جبل سینا کے دامن میں واقع ہے کا ایک وفد نبی کریم ﷺ کے پاس آیا اور اپنے تحفظ کی درخواست کی جو منظور کر لی گئی اور ان کو ایک "میثاق حقوق" عطا کیا گیا۔ مذکورہ "میثاق حقوق" جس کو "سینٹ کیتھرین سے عہد" بھی کہا جاتا ہے۔ اس کے حوالے سے جو دستاویز عموماً پیش کی جاتی ہے وہ اس کی تاریخ 628ھ نہیں، بلکہ دوسری سن ہجری یعنی 623 عیسوی یا پھر چوتھی سن ہجری 625 عیسوی کے طور پر ملتی ہے لیکن گواہوں کے حوالے سے سب میں سقم ہیں۔

چوتھی وجہ:

کبھی کسی مستند مسلمان محدث یا فقیہ نے اس معاہدہ کا متن اپنی کتاب میں ذکر نہیں کیا۔

سب سے پہلے ایسا معاہدہ کب ظاہر ہوا اور کس نے پیش کیا؟

اسلامی تاریخ میں علامہ ذہبیؒ نے سب سے پہلے امام خطیب بغدادی (المتوفی 463ھ) کے زمانے میں یہ معاہدہ بغداد کے یہودیوں کے حوالے سے بیان کیا ہے کہ انھوں نے حاکم وقت کو جزیہ دینے سے بچنے کے لئے جعل سازی سے تیار کر کے سازش کرتے ہوئے اسے پیش کیا تھا۔

علامہ ذہبیؒ اس معاہدہ کے حوالے سے لکھتے ہیں کہ:

بغداد میں وزیر اعظم نے خطباء اور واعظین پر یہ پابندی لگائی تھی کہ وہ کوئی بھی حدیث اس وقت تک بیان نہ کریں جب تک اسکی تصحیح امام خطیب بغدادی سے نہ کروا لیں، تو کچھ یہودی ایک معاہدہ جزیہ معاف کروانے کے لئے لے آئے اور وہ معاہدہ مولا علیؓ کے ہاتھ سے لکھا ہوا تھا تو وزیر اعظم نے وہ معاہدہ امام خطیب بغدادی کے پاس پیش کیا کہ چیک کریں کیا یہ صحیح ہے یا غلط؟

انھوں نے اس معاہدہ کو دیکھنے کے بعد فیصلہ فرمایا: "هذا مزور" (یہ جھوٹا) من گھڑت معاہدہ ہے۔

تو ان سے کہا گیا کہ آپ کے پاس اس معاہدہ کے جھوٹے ہونے کی دلیل کیا ہے؟
خطیب بغدادی رحمۃ اللہ علیہ نے جواب دیا:

اس معاہدے میں جن صحابہ اکرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی گواہی کا ذکر ہے ان میں حضرت معاویہ بن ابی سفیانؓ کا بھی ذکر ہے اور انہوں نے فتح مکہ کے سال اسلام قبول کیا اور خیبر ساتویں سال فتح ہوا۔ (یعنی فتح مکہ سے پہلے)۔

اور پھر اس معاہدے میں حضرت سعد بن معاذؓ کی گواہی کا بھی ذکر ہے جو بنی قریظہ والے دن (خندق والے دن) فوت ہو گئے اور یہ خیبر سے دو سال پہلے کا دن ہے۔ تو وزیر اعظم نے آپ کی دلیل کو تسلیم کیا اور اس معاہدہ میں جو کچھ تھا ان احکام کو نافذ نہیں کیا یعنی اس معاہدے کو قبول نہیں کیا۔ ("تاریخ الاسلام" ووفیات المشاهیر والاعلام۔ للحافظ المورخ شمس الدین محمد بن احمد بن عثمان الذہبی متوفی 748ھ ترجمہ: الخطیب البغدادی 10/175، جلد 31، صفحہ 101)

پھر بعد کے یہود و نصاریٰ نے مختلف ادوار میں اسی طریقہ کار کو اپناتے ہوئے اس کو پیش کرنا شروع کر دیا، یہی وجہ ہے کہ اس کے نسخوں میں اختلاف فاحش ہے۔ اسی وجہ سے ہر دور کے آئمہ و محدثین، فقہاء اور چیف جسٹس صاحبان نے اس کو من گھڑت، جھوٹا اور باطل قرار دیا۔ اسے کئی محدثین نے ذکر کیا ہے۔

عیسائیوں کے ساتھ اس معاہدہ کے جھوٹا ہونے کی دلائل:

پہلی دلیل:

اس معاہدہ کے نسخوں کے الفاظ اور اس کے تحریر کرنے والے رسول اللہ ﷺ کے کاتب کے ناموں میں فرق ہے جس کی نشاندہی کئی مسلمان محققین کر چکے ہیں اس حوالے سے ڈاکٹر حمید اللہ (المتوفی 1424ھ) نے اپنی کتاب (مجموعة الوثائق السياسية" للعهد النبوی و الخلافة الراشده - الطبعة الخامسة، 1405 ہجری (1985ء) ناشر دار النفائس، بیروت صفحہ نمبر 553 سے 555) پر اس معاہدہ کو حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ

وجہہ اور حضرت معاویہؓ دونوں کے حوالے سے نقل کیا ہے لیکن وہ اس کے دوسرے نسخے حضرت معاویہؓ کی کتابت کے حوالے سے بھی اس کو من گھڑت قرار دیتے ہیں۔ اور اس کے جھوٹا ہونے پر دلائل پیش کرتے ہوئے لکھا ہے کہ اس معاہدہ کو لکھنے والوں میں حضرت معاویہ بن ابی سفیانؓ کا ذکر ہے کہ انہوں نے اسے چوتھی ہجری میں حضور ﷺ کے فرمان پر لکھا ہے۔ اس میں حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کا بھی بطور گواہ نام ہے اب حضرت معاویہؓ فتح مکہ 8ھ کے بعد ایمان لائے ہیں اور حضرت حمزہؓ 3ھ غزوہ احد میں شہید ہو گئے تھے۔

اب اس معاہدہ کے من گھڑت ہونے کے لئے مزید کسی دلیل کی ضرورت ہی باقی نہیں رہتی۔

دوسری دلیل:

نسخوں کے الفاظ اور کاتب رسول ﷺ کے ناموں میں فرق و اختلاف کی وضاحت مصر کے مفتی استاذ محمد قاسم نے بھی اپنے مقالے میں کی ہے جو مجلّہ اسلام، عدد نمبر 45، دوسری جلد میں شائع ہوا۔ جس کو سابق مفتی جمہوریہ مصر عطیہ صقر نے اس معاہدہ کے ثبوت کے حوالے سے کئے جانے والے سوال کے جواب میں اپنے فتویٰ میں استاذ محمد قاسم کے کلام کو نقل کیا ہے جو مکتبہ شاملہ میں موجود ہے۔

آپ نے اس معاہدہ کے جعلی ہونے کی متعدد وجوہات لکھی ہیں:

1۔ اس میں دوسری سن ہجری کی تاریخ ذکر کی گئی ہے جبکہ سن ہجری کے حساب سے تاریخ بارہ سن ہجری آپ ﷺ کے وصال کے سات سال بعد لکھی جانا شروع ہوئی ہے، تو ہجرت کے دوسرے سال میں لکھے جانے والے معاہدے میں اس کا ذکر کہاں سے آ گیا؟

2۔ اس میں حضرت ابو درداءؓ اور حضرت ابو ھریرہؓ کا بطور گواہ ذکر ہے۔ یہ دونوں صحابہ دوسری سن ہجری میں مسلمان ہی نہیں ہوئے تھے۔

3۔ مورخین اسلام جو نبی اکرم ﷺ کے تمام آثار جمع کرتے رہے ہیں انھوں نے نہ اس معاہدہ کا ذکر کیا اور نہ ہی اس کی طرف اشارہ کیا ہے۔

4۔ اور اس کے گواہوں میں درج ذیل نام غاز بن یاسینی، معظم بن قرشی، عبدالعظیم ابن حسن، ثابت بن نفیس مجہول ہیں۔ حالانکہ اس دور کے تمام صحابہ کرامؓ کے اسماء مشہور و معروف ہیں۔

تیسری دلیل:

علامہ ابن تیمیہؒ نے بھی یہود و نصاریٰ کے جزیہ سے بچنے کے لئے بنائے گئے معاہدہ کو جھوٹا، من گھڑت اور اپنی طرف سے اختراع کیا ہوا کہا ہے، بلکہ اس کے باطل ہونے پر تمام فقہاء کا اجماع لکھا ہے۔ چنانچہ وہ لکھتے ہیں:

"خیبر والوں کے پاس جزیہ کو ساقط کرنے کے بارے میں جو معاہدہ موجود ہے جس کے بارے میں وہ دعویٰ کرتے ہیں کہ یہ حضرت علیؓ نے لکھا ہے وہ معاہدہ باطل ہے اور ہمارے اصحاب میں سے سب فقہاء نے اور انکے علاوہ باقی فقہاء مثلاً ابوالعباس بن شریح، قاضی ابن یعلیٰ اور قاضی الماوردی نے ذکر کیا ہے کہ اس معاہدے کے باطل ہونے پر سب کا اجماع ہے۔"

ابن تیمیہؒ کی مکمل تفصیلی عبارت ان کی کتاب "الفتاوی الکبری" للامام العلامہ تقی الدین ابن تیمیہؒ (المتوفی 728 ہجری) الطبعۃ الأولی 1408 ہجری (1987ء) ناشر دارالکتب العلمیہ، بیروت کی جلد 5 صفحہ 543 پر ہے۔

نوٹ:...... اجماع کی تعریف یہ ہے کہ جس مسئلہ میں تمام مجتہدین امت رسول اللہ ﷺ کے وصال کے بعد متفق ہوں۔ اور کوئی ایک بھی اس کا مخالف نہ ہو۔

اس کے علاوہ ایک اور جگہ آپ لکھتے ہیں:

یہ معاہدہ باطل ہے، ہمارے اصحاب (حنابلہ) اور دوسروں نے بھی اس کے جھوٹا ہونے کو ذکر کیا جیسے قاضی (جج) ابوالعباس بن شریح، قاضی ابن یعلیٰ اور قاضی ماوردی نے اس کے جھوٹے ہونے پر اجماع ذکر کیا ہے۔

پھر ابن شریح کہتے ہیں: یہودیوں کی ایک جماعت 701ھ میں یہ معاہدہ لیکر میرے پاس آئی اور جزیہ ساقط کرنے کا مطالبہ کیا تو جب میں نے اس معاہدے کو دیکھا تو وہ معاہدہ کئی دلائل سے جھوٹا ثابت ہوا۔ (الفتاوی الکبریٰ" الابن تیمیہؒ متوفی 728ھ، باب عقدالذمہ واخذ الجزیۃ جلد5، صفحہ 543)

اس کے علاوہ ابن تیمیہؒ نے اس کے بطلان کو اپنی کتاب "الجواب الصحیح "لمن بدل دین المسیح ، الطبعۃ الثانیۃ 1419ھ (1999ء) ناشر دار العاصمہ ، المملکۃ العربیہ السعودیہ کی جلد نمبر 3 کے صفحات نمبر 44 تا 46 میں بھی ذکر کیا ہے۔

ان حالات میں دیکھا جائے تو اس معاہدے کو بارہا مرتبہ باطل قرار دیا جاچکا ہے جبکہ یہ حیران کن اور تعجب خیز بات ہے کہ یہ فیصلہ اس باطل معاہدے کو بطور دلیل صحیح مان رہا ہے۔

چوتھی دلیل:

علامہ ابن قیمؒ نے بھی ایسے معاہدے کو نہ صرف من گھڑت قرار دیا بلکہ اس کے من گھڑت ہونے پر دس دلائل دیئے ہیں جو کہ درج ذیل ہیں:

1۔ علماء نقل و سیر مغازی نے اسکا ذکر نہیں کیا حالانکہ انہوں نے تو ایسی چیزیں بیان کرنے کا بھی اہتمام کیا جو اس سے بھی کم اہم تھیں۔

2۔ جزیہ والی آیت خیبر کی فتح کے بعد نازل ہوئی ہے تو پھر خیبر کے وقت جزیہ ساقط ہونے کا ذکر کہاں سے آگیا؟

3۔ حضرت معاویہ بن ابی سفیانؓ کا گواہوں میں ذکر ہونا اس معاہدے کے جھوٹے ہونے کو ثابت کرتا ہے کیونکہ وہ تو اس وقت مسلمان نہیں ہوئے تھے تو صحابہ کرام رضوان اللہ تعالٰی علیہم اجمعین میں انکا نام کیسے شامل ہے۔

4۔ حضرت سعد بن معاذؓ غزوہ خندق والے دن فوت ہو گئے جو کہ خیبر سے پہلے پیش آیا تھا تو پھر خیبر کے وقت لکھے جانے والے معاہدے میں وہ کیسے شامل ہو گئے؟

5۔ حضور ﷺ کے دور میں اہل خیبر پر کوئی جزیہ نہیں تھا تو پھر ساقط کرنے کا معاہدہ کیسے ہوگیا؟

6۔ اہل خیبر تو بہت بڑے دشمن تھے اور حضور ﷺ سے عداوت رکھنے والے تھے تو ان کے ساتھ اتنی بھلائی کیسے؟

7۔ اس نسخہ پہ لکھا ہوا ہے کہ مولا علیؓ کے ہاتھ سے لکھا گیا ہے۔ یہ جھوٹ ہے کیونکہ مولا علیؓ کی عداوت جو یہودیوں کے ساتھ تھی وہی اسکے جھوٹ ہونے پر دلیل ہے۔

8۔ یہ نسخہ صرف یہود کے بتانے سے معلوم ہوا ہے تو یہودیوں کی بات کیسے مان لیں خاص اس وقت جب کسی اور نے اسکو نقل ہی نہیں کیا اور یہودی سب سے بڑے جھوٹے لوگ ہیں۔

9۔ اگر یہ معاہدہ صحیح تھا تو خلفائے راشدین رضوان اللہ علیہم اجمعین کے زمانے میں سامنے کیوں نہیں آیا اور دیگر خلفاء کے جنھوں نے یہودیوں سے جزیہ لیا۔

10۔ محدثین نے اس معاہدے کے جھوٹے ہونے پر گواہی دی جیسا کہ خطیب بغدادی نے فرمایا: "ھذا الکتاب مزور" یہ کتاب (معاہدہ) جھوٹا ہے۔

اس بابت مزید تفصیل اور اصل عبارت ابن قیم الجوزیہؒ کی کتاب " احکام اھل الذمۃ "، الطبعة الأولى، 1418ھ (1997ء) جلد نمبر 1، صفحات نمبر 91 تا 94، الناشر: رمادى للنشر، المملكة العربية السعودية کو ملاحظہ کیا جا سکتا ہے۔

اندریں حالات کم از کم اس معاہدے کو قانونی شکل دینے سے پہلے اس پر ہر لحاظ سے تسلی اور اطمینان حاصل کرنا ضروری تھا مگر افسوس کے ان چیزوں کو مدنظر نہیں رکھا گیا۔

پانچویں دلیل:

مذکورہ بالا علماء کے علاوہ درج ذیل آئمہ کرام نے بھی اپنی تالیفات میں ان معاہدوں کو جھوٹا قرار دیا ہے:

1۔ ابوالحسین الیمنی الشافعی (متوفی:558ھ) نے اپنی کتاب ''البیان فی مذھب الامام الشافعی۔ جلد 12، صفحہ 275 میں،

2۔ امام نووی الشافعی (متوفی:676ھ) نے اپنی کتاب ''روضة الطالبين وعمدة المفتين'' جلد 10 صفحہ 367 میں۔

3۔ شمس الدین، محمد بن احمد الخطیب الشربینی الشافعی (المتوفی: 977ھ) نے اپنی کتاب مغني المحتاج إلى معرفة ألفاظ المنهاج دار الكتب العلمية، بیروت، جلد 6 صفحہ 63میں۔

4۔ امام ابن قدامہ الحنبلی متوفی: 620ھ نے اپنی کتاب "المغنی" مکتبہ القاهره جلد 9صفحہ363 میں۔

5۔ امام ابوالفرج شمس الدین الحنبلی (متوفی:628ھ) نے اپنی کتاب الشرح الكبير على متن المقنع، دار الكتاب العربی بیروت، جلد10 ص 610 میں؛

اور دیگر آئمہ حنابلہ نے بھی اسکے جھوٹے ہونے کی تصریح فرمائی ہے:

6۔ علامہ ابن جوزی متوفی:597ھ نے اپنی کتاب 'المنتظم فی تاریخ الملوک والامم دار الكتب العلمية بيروت ،جلد 16صفحہ 129 میں اور ابن کثیر نے اپنی کتاب "البداية والنهاية "، دار احياء التراث العربی ،جلد12، صفحہ 124اور جلد 4، صفحہ 249 تا250، میں بھی اس معاہدے کا جھوٹا ہونا لکھا ہے۔اور دیگر مورخین نے بھی اس معاہدے کے باطل ہونے کی تصریح فرمائی ہے۔اختصار کے پیش نظر صرف ان چند آئمہ کی تصریحات کا ذکر کیا گیا ہے اور یہ سب آئمہ متقدمین مختلف مکاتب فکر کے لوگوں کے مقتدیٰ ہیں اور آج بھی اہل علم ان کے علمی مقام و مرتبہ کے قائل ہیں۔

ان تمام دلائل اور ناموں کے ساتھ ان آئمہ کے سن وصال کو بھی لکھ دیا ہے تا کہ یہ واضح ہو جائے کہ تمام متقدمین آئمہ اس معاہدے کو جھوٹا اور باطل کہہ چکے ہیں اور یہود ونصاریٰ کی سازش قرار دے چکے ہیں۔

اب ان مذکورہ بالا دلائل، ثبوت اور حقائق کے باوجود بھی یہ معاہدہ اس فیصلہ میں تحریر و تسلیم کیا گیا۔

اس کیس میں غلام مصطفیٰ چوہدری ایڈووکیٹ صاحب نے جب سپریم کورٹ میں اس معاہدہ کا من گھڑت ہونا دلائل سے واضح کر دیا تو اس وقت حیرت کی انتہا نہ رہی جب ان سے اس قسم کی بات کی گئی کہ اگر ایسا ہے تو پھر کیا ہے؟ جب چوہدری صاحب نے من گھڑت اور موضوع احادیث بیان کرنے پر وعید کا حوالہ دیا۔تو معزز عدالت نے جواباً کہا کہ یہ معاہدہ فلاں کتاب میں لکھا ہے اور کتاب کا جواب کتاب سے ہوتا ہے۔سوال یہ پیدا ہوتا ہے کیا معزز عدالت میں کسی فیصلے میں کسی کتاب کے حوالے سے موضوع حدیث رسول ﷺ بیان کر دی جائے تو اسے فیصلے میں صحیح کرانے کے بجائے جس نے کتاب لکھی ہے اس کی کتاب کے رد میں کتاب لکھی جائے؟

رسول اللہ ﷺ کی ذات کے ساتھ من گھڑت بات منسوب کرنے پر وعید:

جان بوجھ کر کسی من گھڑت بات کو رسول اللہ ﷺ کے ساتھ منسوب کرنے پر رسول اللہ ﷺ کی کئی احادیث ہیں جن میں اس شخص کے لئے آپ ﷺ نے سخت عذاب کی وعید سنائی ہے۔

رسول اللہ ﷺ کی ذات مبارک کے ساتھ جھوٹ منسوب کرنے والے کا ٹھکانہ جہنم ہے:

((عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَنْ كَذَبَ عَلَيَّ مُتَعَمِّدًا فَلْيَتَبَوَّأْ مَقْعَدَهُ مِنَ النَّارِ۔))

نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جس شخص نے جان بوجھ کر مجھ پر جھوٹ بولا اس کا ٹھکانہ جہنم ہے۔(**الكتاب : الجامع الصحيح المختصر المؤلف : محمد بن إسماعيل أبو عبدالله البخاری الجعفی جلد1 صفحه21**)

رسول اللہ ﷺ کی ذات مبارک کے ساتھ جھوٹی بات منسوب کرنا یا جان بوجھ کر جھوٹا فرمانِ رسول ﷺ بنا کر بیان کرنا جرم عظیم ہے اس جرم کی شدت کا احساس دلانے کے لئے

حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے فرمایا تھا۔

((إِذَا حَدَّثْتُكُمْ عَنْ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَأَنْ أَخِرَّ مِنَ السَّمَاءِ أَحَبُّ إِلَيَّ مِنْ أَنْ أَقُولَ عَلَيْهِ مَا لَمْ يَقُلْ۔))

جب میں تم سے رسول اللہ ﷺ کی روایت بیان کروں تو اس میں وہ بات بیان کروں جو آپ ﷺ نے نہ فرمائی ہو۔اس سے بہتر ہے کہ میں آسمان (کی بلندیوں) سے (زمین) پر گر پڑوں۔(الجامع الصحیح المسمی صحیح مسلم المؤلف: ابو الحسین مسلم بن الحجاج بن مسلم القشیری النیسابوری جلد3صفحہ113)

اگر کوئی شخص آپ ﷺ کی ذات کے ساتھ ایسا جھوٹ منسوب کرتا ہے جو آپ ﷺ کی شان کے خلاف ہے اور جس سے آپ ﷺ کی توہین ہوتی ہو تو یقیناً وہ جھوٹ کفر ہے۔اس بارے میں حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ کا فرمان امام المحدثین عبدالرزاقؒ نقل کرتے ہیں۔

عَنِ ابْنِ التَّيْمِيِّ، عَنْ أَبِيهِ، أَنَّ عَلِيًّا قَالَ: فِيمَنْ كَذَبَ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: ((يُضْرَبُ عُنُقُهُ۔))

ابن تیمی اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کے بے شک حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ فرماتے ہیں۔جو نبی اکرم ﷺ کی ذات کے ساتھ جھوٹ منسوب کرے تو اس کا سر کاٹا جائے گا۔ (المصنف المؤلف: ابو بکر عبد الرزاق بن ہمام بن نافع الحمیری الیمانی الصنعانی (المتوفی:211ھ) جلد5 صفحہ 307)

خود رسول اللہ ﷺ نے اپنی ذات کے ساتھ جھوٹ منسوب کرنے والے کو قتل کروایا ہے۔

رسول اللہ ﷺ پر بہتان تراشی کرنے والے کیلئے سزائے موت کا حکم:

امام عبدالرزاق روایت نقل کرتے ہیں:۔

((عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ أَنَّ رَجُلًا كَذَبَ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ

تعالی عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَبَعَثَ عَلِيًّا وَالزُّبَيْرَ إِلَيْهِ لِيَقْتُلَاهُ۔))

حضرت سعید بن جبیر سے روایت ہے ایک شخص نے حضور ﷺ پر جھوٹ بولا، حضور ﷺ نے حضرت علی اور حضرت زبیر رضی اللہ عنہم کو اس کے قتل کیلئے بھیجا۔ (المصنف المؤلف: ابو بکر عبدالرزاق بن ہمام بن نافع الحمیری الیمانی الصنعانی (المتوفی: 211ھ) ج5 ص148)

رسول اللہ ﷺ کی ذات کے ساتھ بدترین جھوٹ بولنے والے کے زندہ نہ ملنے پر (تادیباً) لاش جلانے کا حکم:

جس شخص نے رسول اللہ ﷺ کی ذات کے ساتھ بدترین جھوٹ منسوب کیا تو آپ ﷺ نے اس کو سخت سزا دینے کے لئے دو صحابہ حضرت علی اور حضرت زبیر رضی اللہ عنہم کو بھیجا، جیسا کہ امام عبدالرزاق رحمہ اللہ کی روایت سے پتہ چلتا ہے، مگر اس روایت میں کسی کے نام کی صراحت نہیں کہ پتہ چلے کہ یہ وہ ہی واقعہ ہے یا کوئی دوسرا واقعہ ہے اس بارے میں تفصیلی روایت امام طحاوی رحمہ اللہ نقل فرماتے ہیں آپ لکھتے ہیں۔

"حضرت عبداللہ بن بریدہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ بنی لیث کا محلہ مدینہ طیبہ سے دو میل کے فاصلے پر تھا زمانہ جاہلیت میں ایک شخص نے ان کی ایک عورت سے شادی کرنی چاہی جسکا رشتہ دینے سے انھوں نے انکار کر دیا۔ (بعد میں جب) وہ ان کے پاس گیا تو اس کے پاس "حلہ" تھا (جس کے بارے میں) اس نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے مجھے یہ پہنا کر بھیجا ہے۔ اور مجھے (یہاں کا امیر مقرر کیا ہے) حکم دیا ہے کہ میں اپنی رائے کے مطابق تمہارے جان و مال کے فیصلے کروں پس وہ گیا یہاں تک کہ اس عورت کے پاس چلا گیا۔ اس قوم نے رسول اللہ ﷺ کے پاس (اس کے بارے میں تصدیق کرنے کے لئے) ایک شخص کو بھیجا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اللہ کا دشمن جھوٹ بولتا ہے پھر آپ ﷺ نے ایک شخص کو بھیجا اور اس سے کہا اگر تمہیں وہ زندہ ملے تو اس کی گردن مار دینا (قتل کر دینا)۔ اور میرا نہیں خیال کہ تم اسے زندہ پاؤ گے اگر تمہیں مردہ ملے تو اسے جلا ڈالنا جب وہ شخص گیا

تو اس حال میں پایا کہ اسے کسی چیز نے ڈسا تھا جس کی وجہ سے وہ مر چکا تھا پس اسے جلا ڈالا۔ اس پر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جو مجھ پر جان بوجھ کر جھوٹ بولتا ہے اس کا ٹھکانا جہنم ہے۔"(الكتاب :مشكل الآثار للطحاوی المؤلف: أبو جعفر أحمد بن محمد المعروف بالطحاوی 229– 321 ھ ج 1 / ص 165 دار الباد)

سید حبیب الحق شاہ
ایڈووکیٹ ہائی کورٹ راولپنڈی

نحمدہ و نصلی علی رسولہ و خاتم النبیین ، امابعد!

یہ سوال جواب چاہتاہے

۲۲ جنوری ۲۰۱۸ء بزنس ریکارڈر واشنگٹن کی خبر ہے کہ یورپی یونین کا وفد پاکستان کے دورہ پر آیا۔واپسی پر ان کا انٹرویو مذکورہ اخبار میں شائع ہوا۔وفد نے کہا کہ ہم نے پاکستان کے حکمرانوں پر واضح کردیا ہے کہ " آئندہ پاکستان کی امداد آسیہ مسیح کی رہائی کے ساتھ مشروط ہوگی"۔اس کے بعد ۲۰۱۸ء کے آخری مہینوں میں آسیہ ملعونہ کی رہائی کا فیصلہ آیا۔اس لئے مبینہ طور پر اسے دباؤ کا نتیجہ کہا جاسکتا ہے۔

اس طرح ہماری عدالت عظمیٰ کے سابق سربراہ نے ہسپتالوں کے بستروں کی چادروں، استعمال شدہ سرنجوں کی چیکنگ، ادویات کے ریٹس، موبائل فون کے ٹیکس، ڈیم کے لئے چندہ وغیرہ کے بہت سارے بوجھ اپنے سر لئے ہوئے تھے۔کاش وہ گستاخ رسول آسیہ ملعونہ کی رہائی کے فیصلے سے قبل وہاں کا بھی سروے کرالیتے:

۱...... آسیہ ملعونہ نے پنچائیت کے سامنے۔ ۲...... تھانہ میں۔ ۳...... ایس پی کے سامنے۔ ۴...... سیشن کورٹ کے سامنے گویا بارہا اعتراف واقبال جرم کیا۔جیسا کہ مثل مقدمہ سے ظاہر ہے۔اقبال جرم کے بعد گواہوں کے بیانات میں تضاد تلاش کرنا۔محض فائل کا پیٹ بھرنے کا تکلف ہے،اور بس!

مان لیا کہ ہائی کورٹ کے دو جج صاحبان ،سیشن جج صاحب ، ایس پی صاحب ، تھانہ والے، پنچائیت والے ، سارا علاقہ ، سب غلط ہیں۔سب نے طرف داری کی۔جان کر ایک ملعونہ کو ناحق مجرم قراردیا۔تو بھی یہ سوال اپنی جگہ پر جواب چاہتا ہے کہ دنیا کے سب سے بڑے گستاخ رسول جو ہالینڈ کا ممبر پارلیمنٹ ہے جو حضور ﷺ کے خاکے بنوا کران کا مقابلہ کرانا چاہتا ہے۔سب سے پہلے اس گستاخ رسول نے اس فیصلہ کا خیر مقدم کیا ہے۔جب

سے یہ قانون بنا ہے ایک مجرم کو سزا نہیں ملی۔عدالت عظمیٰ کے فیصل حضرات کے اس کیس سے متعلق جو غم وغصہ کے ریمارکس اخبارات میں شائع ہوئے ہیں۔اس سے گستاخی کے مرتکب افراد کے حوصلے بلند ہوئے۔

یہ صورت حال بتاتی ہے کہ ہم نے اپنے طرز عمل سے گستاخان رسول کو شاہراہ تیار کردی ہے کہ گستاخی کرتے جاؤ۔ پرچہ درج کراؤ، باہر کا ویزہ لواور یورپ کے رہائشی بن جاؤ۔ گویا ہم خود اپنے طرز عمل سے لوگوں کو گستاخی رسول پر آمادہ کررہے ہیں جن کا یہ طرز عمل ہے وہ خود سوچیں کہ ہم کہاں کھڑے ہیں۔ دباؤ سے آزاد ہوکر انصاف کی، حق اور سچ کی بات کریں گے۔تو سلامتی کا سیدھا راستہ آپکو مل جائے۔ اللہ رب العزت ہم سب کو صحیح سمجھ دے۔

فیصلے جانیں، چھاپنے والے جانیں۔ فیصلہ کرنے والے جانیں۔مسکین مولوی نے چالیس سال سے پاکستان میں بنے تحفظ ناموس رسالت ﷺ کے قانون کے ایک لفظ کو تبدیل نہیں ہونے دیا۔ہم رب کریم کی اس تقسیم پر راضی ہیں۔اگر آپ اپنے طرز عمل پر بھی مطمئن ہیں کہ گستاخ رسول کو ریلیف دے کر ان کو جرم اہانت رسول پر مزید اکسایا جائے تو ایسا کر رہے ہیں ان کو یہ طرز عمل مبارک ہو۔اسی پر اجازت چاہتا ہوں۔

والسلام

(مولانا) اللہ وسایا
مرکزی خازن
عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت

نحمدہ و نصلی علی رسولہ و خاتم النبیین ، امابعد!

مسبب الاسباب پر توکل

ملعونہ آسیہ کے بارے میں عدالت عظمیٰ کا فیصلہ بہت سے اعتبارات سے نا قابل فہم ہے۔حدیبیہ پیپر ملز میں کرپشن سے متعلق مقدمے کو عدالت عظمیٰ نے سماعت سے انکار کر دیا تھا کیونکہ یہ time barred ہو چکا تھا۔تو سوال یہ ہے کہ یہ اپیل time barred ہونے کے باوجود کیوں زیر سماعت آئی؟ فیصلے میں کہا گیا ہے کہ ایف آئی آر تاخیر سے درج کرانے کی وجہ سے معاملہ مشکوک ہو گیا اور شک کا فائدہ ملزم کو دیا جاتا ہے جبکہ اصل حقائق یہ ہیں کہ بعض وجوہ کی بناء پر توہین رسالت کیس کے اندراج یعنی ایف آئی آر کو کٹوانا انتہائی گھمبیر اور دقت طلب معاملہ بنا دیا ہے۔اس عمل کی تکمیل میں وقت لگتا ہے۔ چونکہ معاملہ انتہائی حساس نوعیت کا ہوتا ہے اس لئے ایسے مقدمات میں احتیاط کے پہلو کو مدنظر رکھتے ہوئے ایسا طریق کار وضع کیا گیا جس کی وجہ سے یہ عمل طویل ہو گیا۔ایسا فیصلہ کیوں کیا گیا ہے اس حوالے سے بھی بات واضح ہو گئی ہے۔جنوری 2018ء میں بزنس ریکارڈر میں یہ خبر شائع ہوئی تھی کہ یورپی یونین نے جی ایس پی پلس کی تجدید کو ملعونہ آسیہ کی رہائی سے مشروط کر دیا ہے۔ گویا پوری دنیا میں سب سے زیادہ قابل احترام خاتون دنیا کے نزدیک وہ بن گئی ہے جس نے شان رسالت میں گستاخیاں کیں اور پاکستان کے مقدر کو بھی اس کے ساتھ جوڑ دیا گیا ہے۔
اس سے پہلے بھی جب یہ واقعہ ہوا تھا تو مغربی قوتوں کا دباؤ آیا تھا۔ جب ہائی کورٹ کا فیصلہ آیا تھا پیپلز پارٹی برسر اقتدار تھی ۔ اس وقت کی حکومت نے اسے رہا کرنے کا عندیہ دیا تھا۔ سرکاری سطح پر سلمان تاثیر نے ملعونہ آسیہ کو تھپکی دی اور اس کے ساتھ ہمدردی کا اظہار کیا تھا۔ اس کے ردعمل میں دینی جماعتوں نے متحد ہو کر ملک گیر تحریک چلائی تھی ۔تحریک کے دوران دو بڑے جلسے ہوئے جن میں ایک لاہور میں اور دوسرا اس سے کئی گنا بڑا جلسہ کراچی میں ہوا تھا۔ وہ تحریک موثر ثابت ہوئی۔تحریک کی جانب سے ملعونہ آسیہ کے بارے میں جو عدالتی

فیصلہ آچکا تھا، اس پر عمل درآمد کا مطالبہ سامنے آیا تھا کیونکہ اسے بیرون ملک بھیجنے کی تیاریاں ہو چکی تھیں اور مغربی دنیا اس کے استقبال کی منتظر تھی۔ جب عوامی دباؤ آیا تو حکومت کو اسے روکنا پڑا۔ اس دوران سلمان تاثیر کو جس نے دینی غیرت کے نتیجے میں قتل کیا، اسے فوراً پھانسی دے دی گئی۔ ہمارا اصل معیار کیا ہے اسے سمجھنے کی ضرورت ہے۔ جب ملزمہ کو سزا نہیں دی گئی تو کیا عوام میں اسکا ردعمل پیدا نہیں ہوتا؟ ظاہر ہے کہ ان میں اشتعال پیدا ہوا۔ اگر مناسب طریقے سے انکی رہنمائی نہیں کی جائے گی تو وہی ہوگا جو ہوا۔ ہماری معیشت قرض پر چل رہی ہے اور ہمیں بیرونی دھمکیاں مل رہی ہیں کہ جی ایس پلس کی تجدید نہیں ہوگی۔ لہذا حکومتیں دباؤ میں آتی ہیں۔ بہر حال اصولی طور پر ہمارے اپنے قوانین طے شدہ ہیں۔ ملکی قوانین کے تحت سزا بنتی ہے۔ کسی دوسرے ملک کو یہ اختیار نہیں کہ وہ ہمارے ملکی قوانین میں ٹانگ اڑائے اور اپنی مرضی نافذ کرنے کی کوشش کرے۔ لہذا حکمرانوں کے لئے ہماری نصیحت یہ ہے کہ وہ اسباب کی بجائے مسبب الاسباب پر توکل کریں۔ ایک حدیث میں آتا ہے کہ اللہ کی حدود کو نافذ کرنا پڑے گا۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں وعدہ فرمایا ہے کہ وہ لازماً مدد کرے گا ان کی جو اس کی مدد کریں گے۔ اللہ کی مدد اس کے دین کا نفاذ ہے۔ ہم ہیں کہ یورپی یونین کو راضی کرنے کے چکر میں ہیں۔

ہمارے ملک میں جو بھی دینی جماعتیں ہیں ان کے کرنے کا اصل کام یہی ہے۔ یہ جماعتیں مل جل کر اللہ کے دین کو قائم کرنے کی سنجیدہ کوششیں کریں۔ عوامی تحریکوں میں جو اگر اسلام کے لئے شروع کی جائیں تو جانی نقصان بھی ہوتا ہے۔ لیکن شہادت تو مطلوب ومقصود مومن ہے۔ پاکستان میں ہمیں ایک اور موقع حاصل ہے۔ ہمارا دستور اسلامی ہے جس میں اللہ کی حاکمیت اعلیٰ کو تسلیم کیا گیا ہے گو کہ عملاً ایسا نہیں ہے جب ہمیں دستور میں حق دیا گیا ہے کہ یہاں حاکمیت اللہ کی ہونی چاہئے تو اس کے لئے کھڑے تو ہوں۔ دستور ہماری پشت پر موجود ہے۔ کوئی یہ نہیں کہہ سکتا کہ آپ غیر دستوری کام کر رہے ہیں۔ غیر دستوری کام تو

قیام پاکستان سے اب تک کی حکومتیں کرتی چلی آرہی ہیں۔ ہمارے ملک میں یہ کام عملی طور پر اس طرح ممکن ہے اور ہمیں یہی راستہ اختیار کرنا چاہیے۔

حافظ عاکف سعید

(امیر تنظیم اسلامی پاکستان)

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم!

حضور ﷺ کی حرمت کا اعلان، یورپی یونین کا ایوان

امام محمد بن اسماعیل بخاریؒ اپنی " صحیح بخاری" میں حضرت عروہ بن زبیرؓ کے حوالے سے ایک روایت لائے ہیں کہ ثویبہ ابولہب کی لونڈی تھی۔ ابولہب نے اپنی اس لونڈی کو آزاد کر دیا تھا۔ ثویبہ نے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دودھ پلایا ہوا تھا۔ ہوا یوں کہ جب ابولہب فوت ہوگیا تو اس کے خاندان میں سے ایک شخص نے اسے خواب میں دیکھا کہ وہ بری حالت میں گرفتار ہے۔ خاندان کے ایک شخص نے اس سے پوچھا کہ تیرے ساتھ آخرت میں کیا ہوا؟ ابولہب کہنے لگا جس دن سے میں تم لوگوں سے جدا ہوا ہوں، مجھے کبھی سکون نہیں ملا۔ ہاں سکون ملا ہے، تو اس قدر کہ مجھے اس انگلی سے پانی پلایا جاتا ہے کہ جس سے اشارہ کر کے میں نے ثویبہ کو آزاد کیا تھا۔ (بخاری 5101)

امام سہیلیؒ نے لکھا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پیدا ہوئے تو ثویبہ نے ابولہب کو خوشخبری دی کہ (تمہارے بھائی عبداللہ کے گھر بیٹا پیدا ہوا ہے) تو ابولہب نے اسے اسی وقت آزاد کر دیا۔ (الروض الانف 3:99)

قارئین کرام! مذکورہ خواب دیکھنے والے کون تھے؟ حافظ ابن حجر رحمتہ اللہ بیان فرماتے ہیں کہ حضرت عباسؓ بن عبدالمطلب نے ابولہب کی موت کے ایک سال بعد یہ خواب دیکھا تھا۔ (فتح الباری 19:181)

حضرت عباسؓ اور ابولہب دونوں سگے بھائی تھے۔ دونوں حضرت محمد ﷺ کے سگے چچا تھے۔ ابولہب شدید ترین دشمن تھا، تو حضرت عباسؓ تب تک اسلام تو نہ لائے تھے لیکن حضرت محمد ﷺ سے دلی محبت رکھتے تھے اور اسلام کو سچا دین مانتے تھے چنانچہ میں یہی سمجھا ہوں کہ امام بخاریؒ مذکورہ خواب کو صحیح البخاری میں لائے ہیں تو یہ ثابت کرنے کے لیے کہ

خاندان کے فرد یعنی حضرت عباسؓ جو مستقبل میں مسلمان ہونے والے تھے، اللہ تعالیٰ نے انہیں سچا خواب دکھلا دیا۔امام بیہقیؒ اور امام حافظ ابن حجر عسقلانیؒ نے بھی اپنی معرکتہ الآرا کتابوں میں تذکرہ کیا تو مثبت انداز میں تذکرہ کر کے اپنے اسی موقف کا اظہار کیا جو امام بخاریؒ کا موقف معلوم ہوتا ہے کہ ہمارے اسلاف مذکورہ خواب کو سچا جانتے تھے تبھی اپنی کتابوں میں مثبت انداز سے لائے۔ میں کہتا ہوں کہ جہاں رب کریم کے حبیب اور خلیل حضرت محمد ﷺ کی شان کریم عالیشان بن رہی ہو وہاں ہمیں مثبت انداز سے ہی آگے بڑھنا چاہیے اس لئے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محبت اور ادب کا یہی تقاضا مجھے معلوم ہوتا ہے۔آج پھر ایک ایسا ہی تقاضا میرے سامنے آیا ہے۔

یہ تقاضا یورپی یونین کی ایک عدالت کے فیصلے کا ہے۔ اس فیصلے کا تعلق میرے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حرمت کے تحفظ کے حوالے سے ہے، میں سوچ رہا تھا کہ اس پر بہت سارے اہل قلم کے ہاتھ اپنے قلم کو تھامیں گے مگر جناب خورشید ندیم کے قلم کے علاوہ کوئی قلم چلتا ہوا دکھائی نہ دیا۔ یورپ کے بعض ملکوں سے میرے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی توہین کا آغاز ہوا۔ہم سب سراپا احتجاج ہوئے۔ میں نے ان توہین آمیزیوں کا جواب دینے کے لیے سیرت پر پانچ کتب لکھیں۔ بہت سارے مضامین اور کالم لکھے۔ انگریزی ترجمے کروا کر دنیا بھر کے موثر لوگوں کو بھیجے۔ تحریک حرمت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عنوان سے پرامن احتجاج کے سلسلے سالوں تک چلائے۔ بعض حکمرانوں، اہل علم اور عوام نے بھرپور کردار ادا کیا۔ اسی کردار کا یہ نتیجہ ہے کہ یورپ میں اب یوٹرن لینے کا آغاز ہوا ہے۔ یورپ کے ایک اہم ملک آسٹریا میں ایک خاتون نے توہین رسالت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارتکاب کیا۔ آسٹریا کے دارالحکومت "ویانا" کی عدالت میں اس پر مقدمہ چلا، چنانچہ فروری 2011ء میں اسے مجرم قرار دیا گیا اور جرمانہ عائد کرنے کے ساتھ ساتھ مقدمے کا سارا خرچہ بھی اس پر ڈال دیا گیا۔ یہ فیصلہ اپیل کورٹ میں گیا تو وہاں بھی اسے برقرار رکھا

گیا۔ 2013ء میں یہ مقدمہ آسٹریا کی سپریم کورٹ میں گیا، تو اس نے بھی مذکورہ فیصلے کو برقرار رکھتے ہوئے مقدمے کو ختم کر دیا، یعنی حتمی فیصلہ یہی قرار پایا کہ توہین آمیزی کی سزا درست ہے۔ اس کے بعد مذکورہ گستاخ خاتون اپنے مقدمے کو یورپی یونین کی عدالت برائے انسانی حقوق میں لے گئی۔ یہ عدالت اپنے ممبر ممالک کے شہریوں کے ایسے مقدمات سنتی ہے جن میں انسانی حقوق کی پامالی ہو۔ مذکورہ عدالت انسانی حقوق کے تحت فیصلے سناتی ہے۔ اس میں 47 ممالک نے دستخط کر رکھے ہیں۔ یہ عدالت 47 ججوں پر مشتمل ہے۔ ان ججوں کے نام یورپی یونین کے ممبر ممالک ہی تجویز کرتے ہیں۔

آسٹریا سے عدالتی جنگ ہارنے والی گستاخ خاتون کا نام "ای ایس" لیا جاتا ہے۔

اس خاتون کے مقدمے کو سننے کے لئے "یورپی یونین عدالت برائے انسانی حقوق" کے سات ججوں کا پینل بنایا گیا۔ 2018ء جب اپنے اختتام کی طرف جا رہا ہے، تو توہین آمیزی کے مذموم سلسلے کو ختم کرنے کے لئے ساتوں ججوں نے متفقہ فیصلہ سنایا۔ انہوں نے آسٹریا کی تمام عدالتوں کو سراہا اور کہا کہ اس سے مذہبی امن و امان برقرار رکھنے کا مقصد حاصل ہوتا ہے۔ عدالت نے اپنے فیصلے میں واضح کیا کہ جہاں رائے کے اظہار کی آزادی ہے وہاں حدود و قیود بھی ہیں۔ اس کے ساتھ فرائض اور حقوق بھی ہیں۔ اظہار رائے کی آزادی اپنی جگہ پر مگر اس کی آڑ میں دوسروں کے جذبات زخمی نہیں کیے جاسکتے۔ عدالت کے ساتوں ججوں نے "ای ایس" خاتون کے خیالات کو حدود سے تجاوز قرار دیا۔ اللہ تعالیٰ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر حملہ قرار دیا اور کہا کہ اس سے تعصب کو ہوا ملے گی اور فساد پیدا ہوگا۔

قارئین کرام! آپ نے یورپی یونین کی عدالت کے فیصلے کے اہم جملے ملاحظہ فرمالئے، میں کہتا ہوں 47 ملکوں کے ایوان میں، یورپی یونین کی عدالت سات رکنی بنچ کے متفقہ فیصلے نے آخرکار حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حرمت کے تحفظ کا اعلان کر دیا ہے۔ ہمیں اس اعلان کو دنیا بھر میں پھیلانا چاہیے اس طرح کہ جس طرح ابولہب جیسے دشمن اسلام

کی اچھی ادا کو امام بخاریؒ اپنی صحیح میں لائے۔امام سہیلیؒ اپنی کتاب "الروض الانف" میں لائے۔امام حافظ حجرؒ کی حرمت کے تحفظ کی بات کوئی وی چینلز پر لانا ہوگا۔کالم لکھنے ہوں گے۔ اخبارات میں تذکرے کرنا ہوں گے۔تقاریر کا موضوع بنانا ہوگا۔سوشل میڈیا پر شیئر کرنا ہوگا کہ آخر کار دنیا کو ماننا پڑا کہ گستاخی کی جسارت ہوگی "توہین رسالت" ہوگی تو انسانیت کا امن وسکون غارت ہوگا۔فساد بپا ہوگا اور وہی ذمہ دار ہوں گے جو تمام انسانوں کے لیے رحمت بن کر آنے والی ہستی کے مقام کے ساتھ ظلم کریں گے۔

حضور رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کہ جن کی زندگی کی اللہ نے "لعمرك" کہہ کر قسم اٹھائی ہے۔اس مبارک زندگی کی توہین آمیزی پر آج یورپی یونین کی عدالت برائے انسانی حقوق نے جو تاریخ ساز فیصلہ دیا ہے ہم اس فیصلے پر معزز جج حضرات کا شکریہ ادا کرتے ہیں۔خراج تحسین پیش کرتے ہیں کہ انہوں نے مذکورہ فیصلہ کر کے ڈیڑھ ارب مسلمانوں پر ہی احسان نہیں کیا کہ جو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حرمت پر سب کچھ نثار کرنے کے لئے تیار ہوتے ہیں بلکہ اس تمام انسانی برادری پر احسان کیا ہے کہ جو اگرچہ میرے حضور ﷺ کا کلمہ نہیں پڑھتے مگر تکریم انسانیت پر ایمان رکھتے ہوئے توہین انبیاء علیہم السلام پر دکھی ہوتے ہیں۔عدالت نے فسادیوں کو ناکام اور امن کے علمبرداروں کو کامران کیا ہے۔آخر پر یہ عرض کئے بغیر نہیں رہ سکتا کہ اگر ابولہب جیسے دشمن اسلام کو مولا کریم نے ریلیف دے دیا ہے تو یورپی یونین کے ججوں کو بھی رب کریم ضرور ریلیف دیں گے۔(انشاء اللہ) کہ جنہوں نے رب کریم کے محبوب اور پیارے دوست حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حرمت کا دفاع کیا ہے۔ دنیا میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا کلمہ پڑھنے کی نعمت مل جائے تو اس سے بڑھ کر انعام کوئی نہیں، اس نعمت سے محرومی رہے تو آخرت میں ابولہب سے زیادہ ریلیف کی توقع کی جاسکتی ہے۔باقی اللہ مہربان اپنے بندوں سے خوب واقف ہے۔

امیر حمزہ (کالم فاختہ) روزنامہ "دنیا" لاہور (2 نومبر 2018)

دو عورتوں کی لڑائی

پاکستان میں ایک طبقہ ایسا ہے جس کی زندگی کا مشن یہ ہے کہ مسلمان، پاکستان اور اسلام کو بدنام کرنے کا چھوٹا سا موقع بھی ہاتھ سے جانے نہیں دیتا۔ یہ وہ بدترین متعصب لوگ ہیں جن کے اندر موجود تعصب کی بو اور تعفن سے میرا ملک بدبودار ہے۔ کوئی دودھ میں پانی ملائے، ٹریفک کا اشارہ کاٹے، برادے کو رنگ کر کے مرچیں یا چائے بنائے، یہ طبقہ خواہ کالم نگار ہو، اینکر پرسن یا عام شہری، اس کے منہ سے پہلے الفاظ یہ نکلتے ہیں۔ ''یہ مسلمان ہیں ہی ایسے، اسی لیے پاکستان بدنام ہے۔ یہ ہے ان کا اسلام'' یہ لوگ بڑی محنت سے اعداد و شمار ڈھونڈتے ہیں کہ پاکستان میں نمازی کتنے ہیں، حج اور عمرہ میں کتنے لوگ جاتے ہیں اور پھر کس قدر بددیانتی اور تعصب سے اس کا جوڑ بددیانتی اور کرپشن سے جوڑتے ہیں کہ دیکھو ہم عمرے پر جانے والے بھی زیادہ ہیں اور بددیانت بھی زیادہ۔ اس سے یہ مکار لکھاری یہ تاثر پیدا کرنا چاہتے ہیں جیسے ہر عمرے اور حج پر جانے والا بددیانتی کرتا ہے۔ ان کی گفتگو اور تحریر میں یہ موازنہ کیوں نہیں ہوتا کہ پاکستان میں بھارت کو چھوڑ کر باقی تمام علاقائی ممالک، ایران، افغانستان، سری لنکا، نیپال، بنگلہ دیش، تاجکستان، چین، ترکمانستان سے زیادہ صحافت پھل پھول رہی ہے۔ سب سے زیادہ چینل یہاں ہیں۔ سب سے زیادہ کالم نگار، اینکر پرسن، صحافی یہاں ہیں اور دیکھو سب سے زیادہ بددیانت بھی ہم ہیں۔ یہ ایک دم جواب دیں گے ان دونوں کا کوئی آپس میں جوڑ ہے۔ لیکن کسی بددیانتی سے یہ متعصب لکھاری اس مقدس حج اور عمرے کے سفر کو بددیانتی، چور بازاری سے جوڑ دیتے ہیں۔ یہ اس معاملے میں اس قدر چالاک ہیں کہ کسی مسلک، فرقے سے بالاتر بات کریں گے تاکہ کوئی ان کا گریبان نہ تھام لے۔ مثلاً لاکھوں لوگ ہر سال کربلا اور مشہد جاتے ہیں۔ لاکھوں لعل شہباز قلندرؒ کے مزار اور داتا گنج بخشؒ کے عرس پر جاتے ہیں۔ لیکن چونکہ گالی مجموعی طور پر اسلام کو دینا مقصود ہے اس

لیے حج اور عمرہ کا ذکر کیا جاتا ہے۔ اب ذرا ملاوٹ، مسلمان اور اسلام کے تعلق کی بات کر لیں۔ ورلڈ ہیلتھ آرگنائزیشن نے جو 125 ممالک کی خوراک کی کوالٹی، مقدار اور استطاعت کے حساب سے لسٹ نکالی ہے ان میں 27 ملک پاکستان سے نیچے ہیں جن میں بھارت بھی شامل ہے کیا کسی سیکولر، لبرل اور اسلام دشمن دانشور اور صحافی نے کہا کہ یہ لوگ ہر سال کروڑوں کی تعداد میں ہر دوار، بنارس اور کنبھ جاتے ہیں۔ یہ کیسے ہندو ہیں کیا ان کا بھگوان انہیں یہ سکھاتا ہے؟ جو 27 ملک پاکستان سے نیچے ہیں ان میں سے صرف ایک ملک بنگلہ دیش مسلمان ہے، باقی سب عیسائی اکثریت رکھتے ہیں، کوئی سیکولر، لبرل بولا کہ یہ جو کروڑوں لوگ ہر سال ویٹی کن سٹی میں پوپ کی زیارت کو جاتے ہیں۔ یہ سب ملاوٹ کی بنیادی وجہ ہیں، یہی نہیں خوراک کی کوالٹی، مقدار اور استطاعت کے اعتبار سے جو ملک اعلیٰ مقام رکھتے ہیں ان میں لاتعداد مسلم ممالک کویت، ملائشیا، سعودی عرب، ایران، تیونس اور مراکش شامل ہیں۔ لیکن ان دانشوروں کے منہ سے ایک لفظ تعریف کا برآمد ہوا۔ البتہ اگر یہ کوئی برائی دیکھیں گے تو فوراً ان کے قلم حرکت میں آ جائیں گے اور ان کی زبانیں قینچی کی طرف چلنا شروع ہو جائیں گی۔

آسیہ مسیح کے فیصلے کے بعد جب اس ملک میں احتجاج شروع ہوا تو یہی لوگ ہیں جو مشرف کے زمانے سے اس لت کا شکار ہو چکے ہیں کہ ریاست کو بھڑکا کر لال مسجد گروا دو۔ ہر مذہبی آدمی کو مشکوک کر کے لاپتہ کروا دو اور ریاست کے ڈنڈے سے اپنی مکروہ عصبیت اور بغض کو نافذ کرواؤ۔ یہی ہتھیار انہوں نے عمران خان کے ساتھ استعمال کیا اور محترم وزیر اعظم نے وہ تقریر کر دی جیسی تقریر دنیا بھر میں سربراہان مملکت اس وقت کرتے ہیں جب ملک میں انارکی اس درجہ پر پہنچ جائے کہ حالات کسی اور صورت کنٹرول نہ ہو سکیں۔ جیسے ہی عمران خان کی یہ تقریر نشر ہوئی۔ وہ دانشور، کالم نگار، اینکر پرسن جو گزشتہ دس سالوں سے عمران خان کو گالیاں دے رہے تھے ایک دم اس کے مداح ہو گئے۔ جنہوں نے گزشتہ کئی سالوں سے عدلیہ

اور ججوں کو بدنام کرنے، انہیں جانبدار ثابت کرنے کا ٹھیکہ لیا ہوا تھا۔ سب کی نظروں میں سپریم کورٹ ہیرو ہوگئی۔ اس دوران ایک فقرہ بہت زیادہ پھیلایا گیا کہ ''یہ دو عورتوں کی لڑائی تھی جس نے پورے پاکستان کو اپنی لپیٹ میں لیا ہوا ہے ہم کیسی قوم ہیں'' یہ فقرہ جو مجھے سنایا جاتا ہے وہ یورپی یونین کے 29 ممالک کو کوئی کیوں نہیں سناتا کہ جنہوں نے اس سال جنوری میں یہ اعلان کیا تھا کہ ہم پاکستانی مصنوعات خریدنے کے لیے جو GSP (Generalized System of Prefrences) نہیں دیں گے اگر دو عورتوں کی لڑائی میں آسیہ بی بی کے کیس میں کوئی مثبت پیش رفت نہ ہوئی۔ یورپی کمیشن کے صدر نے 6 مئی 2014ء کو جان فجل (Jan Figel) کو ''بیرون از یورپی یونین مذہبی آزادی کی ترویج'' (Promotion of Freedom for Religion out side EU) کا خصوصی نمائندہ مقرر کیا۔ وہ جنوری 2018ء میں پاکستان آیا اور اس نے کہا کہ وہ یورپی یونین کی طرف سے صرف ایک نکاتی ایجنڈا لے کر آیا ہے کہ تمہاری تجارت آسیہ کی رہائی سے مشروط ہے۔ ان دو عورتوں کی لڑائی نے جمہوریت کی ماں برطانوی پارلیمنٹ کو کیسے یرغمال بنا لیا کہ برطانیہ کی وزیر اعظم نے دنیا بھر کے ان افراد کا شکریہ ادا کیا جو آسیہ کی رہائی کے لیے تحریک چلا رہے تھے۔ فرانس کے شہر پیرس میں ایفل ٹاور سے تھوڑے فاصلے پر ان کے میئر کا دفتر ہے۔ وہاں گزشتہ سات سالوں سے ایک قد آدم پوسٹر آویزاں ہے جو رات کی روشنی میں بھی چمکتا ہے جس پر آسیہ بی بی کی رہائی کا مطالبہ ہے۔ ان دو عورتوں کی لڑائی نے کیسے کیسے سیکولر، لبرل، مہذب اور ترقی یافتہ ممالک کا بھی دماغ خراب کیا ہے کہ وہ جو سب کچھ چھوڑ کر اس لڑائی میں شریک ہیں۔ میرے ملک کے یہ دانشوران کو جا کر کیوں نہیں سمجھاتے کہ پاگل ہو گئے ہو۔ دو عورتوں کی لڑائی ہے اور خوامخواہ بین الاقوامی تعلقات بھی خراب کر دیئے اور اپنا وقت بھی ضائع کر رہے ہو۔ لیکن مسئلہ یہ ہے کہ گالی صرف مسلمان، اسلام اور پاکستان کو دینی ہوتی ہے اور اسی سے بہت ساروں کے کلیجے میں ٹھنڈ پڑتی ہے اور دل کو سکون ملتا ہے۔

اسلام، مسلمان اور پاکستان کو بدنام کرنے کا ٹھیکہ لئے ہوئے ان دانشوروں کے سامنے اس فیصلے سے تین دن قبل مذہبی تعصب کی بنیاد پر دہشت گردی کا ایک واقعہ آیا۔ 27 اکتوبر کو ایک متعصب عیسائی رابرٹ گریگوری بورز Robert Gregory Bowers نے یہودیوں کی عبادت گاہ پٹس برگ Pits Berg امریکہ میں گھس کر فائرنگ کی اور گیارہ یہودیوں کو ہلاک اور باقیوں کو زخمی کر دیا۔ وہ اس دن یوم سبت کی عبادت کر رہے تھے۔ نہ یورپ کے کسی ملک میں پرچم سرنگوں ہوا اور نہ بگ بین اور ایفل ٹاور پر یکجہتی کے لیے خاص روشنیاں جلائی گئیں اور نہ ہی کوئی دانش ور چیخا کہ امریکی ریاست کی رٹ کہاں ہے۔ حیرت کی بات یہ ہے کہ ڈونلڈ ٹرمپ نے کہا کہ سب قتل و غارت میڈیا کی لگائی گئی آگ کی وجہ سے ہو رہی ہے۔ جس آگ میں ڈونلڈ ٹرمپ نہیں کودا میرے ملک کا یہ طبقہ اس میں عمران خان کو کودنے کا مشورہ دے رہا ہے کیا یہ معاملہ اتنا سادہ ہے کیا یہ صرف دو عورتوں کی لڑائی ہے۔ یہ معاملہ اتنا سادہ نہیں۔ جس پاکستان کو عمران خان اپنی پوری خواہش، میڈیا سپورٹ اور پر اثر شخصیت کے باجود جام کرنے کا خواب پورا نہ کر سکے۔ صرف ایک فیصلے کے اعلان کے چند گھنٹوں کے اندر بغیر کسی اعلان بغیر کسی میڈیا سپورٹ پورا ملک جام ہو گیا تھا۔ کیا صرف دو عورتوں کی لڑائی اس کی وجہ سے تھی۔ خان صاحب معاملہ اتنا سادہ نہیں ہے۔ سنبھل کے، جو لوگ آج آپ کو اُکسا رہے ہیں۔ کل یہی آپ پر انگلیاں اُٹھائیں گے۔

اوریا مقبول جان

(حرف راز)

theharferaz@yahoo.com

☆......☆......☆

تاثرات

عدالت عظمیٰ پاکستان سے آسیہ مسیح کی بریت کے فیصلے نے نہ صرف پاکستان بلکہ امت مسلمہ کے دلوں کو بھی دکھی کیا۔ اس فیصلے کے خلاف پورے ملک میں شدید ردعمل دیکھنے میں آیا جگہ جگہ جلوس واحتجاج کر کے عاشقان رسول ﷺ نے اپنے بھرپور غم وغصے کا اظہار کیا۔ تحریک لبیک پاکستان کے رہنماؤں علامہ خادم حسین رضوی اور پیر محمد افضل قادری کی کال پر اس فیصلے کے خلاف پورے ملک میں دھرنوں اور احتجاج کا سلسلہ شروع ہوا تحریک کی مرکزی قیادت سمیت ہزاروں عاشقان رسول ﷺ کو گرفتار کر کے انسداد دہشت گردی ایکٹ کے تحت مقدمات درج کئے گئے اور اس فیصلے کے خلاف آواز بلند کرنے والوں پر ہر طرح سے تشدد بھی کیا گیا۔ اس فیصلے کے خلاف مختلف دینی وسیاسی قائدین ولیڈران نے جن تاثرات کا اظہار کیا ان میں سے کچھ بیانات نظر قارئین ہیں:۔

ملک محمد بشیر اعوان، والد گرامی غازی ملک ممتاز حسین قادری شہیدؒ

آسیہ ملعونہ کی رہائی بارے گفتگو کرتے ہوئے انتہائی رنجیدہ اور افسردہ نظر آئے اور ایک موقع پر ان کی آنکھوں سے آنسو بھی چھلک پڑے۔ انہوں نے کہا کہ عمران خان کی حکومت نے سابقہ حکمرانوں سے سبق نہیں سیکھا۔ نواز شریف کے دورِ حکومت میں غازی ممتاز حسین قادری شہیدؒ کو پھانسی دی گئی۔ اس کا نتیجہ اب وہ عدالتوں میں اپنے خاندان سمیت پیش ہو کر بھگت رہے ہیں۔ لیکن چونکہ اللہ تعالیٰ کا فیصلہ ہے کہ اس نے بعض افراد کے دِلوں پر قفل (تالے) ڈال دیئے ہیں۔ اس لیے وہ ماضی قریب کے واقعات سے بھی سبق نہیں سیکھتے۔ آج ایک بار پھر مجھے اپنے بیٹے غازی ملک ممتاز حسین قادری شہیدؒ پر فخر اور پیار آ رہا

ہے کہ اس نے جو کچھ کیا بالکل ٹھیک کیا۔

بے خطر کود پڑا آتش نمرود میں عشق
عقل ہے محو تماشائے لب بام ابھی

انہوں نے مزید یہ کہا کہ یہ فیصلہ انصاف کا ہی نہیں شریعت اسلامی کا بھی قتل ہے۔ یہ چند روزہ دنیا ہے اس نے ختم بھی ہونا ہے اور حشر کا میدان بھی لگنا ہے۔ وہاں ان کا کوئی سرپرست موجود نہیں ہوگا۔ ہم یہ فیصلہ برداشت نہیں کریں گے اور اس فیصلے کے خلاف تحریک کی قیادت اور علمائے کرام کا جو بھی فیصلہ ہوگا میں اور غازی شہیدؒ کا خاندان اس میں ان کے ساتھ ہوں گے۔

(روزنامہ امت راولپنڈی/پشاور، یکم نومبر 2018ء)

حافظ احتشام احمد، چیئرمین ڈیفنس آف پاکستان

آسیہ ملعونہ کی رہائی کے فیصلے کو آئین وقانون خاص طور پر قرآن وسنت کے منافی قرار دیا اور کہا کہ اب گستاخوں کے بارے میں فیصلے عدالتوں میں نہیں بلکہ چوکوں، چوراہوں، سڑکوں اور بازاروں میں ہوں گے۔ جیسا کہ سلمان تاثیر کے معاملے میں ہوا تھا۔ حالیہ فیصلے سے یہ بھی ثابت ہو گیا کہ غازی ممتاز قادری شہیدؒ کا اقدام بالکل درست تھا۔ قوم اس فیصلے کو تسلیم نہیں کرے گی اور نہ اس فیصلے کے بعد ملعونہ کے بارے میں شرعی احکامات تبدیل ہوں گے۔ اگر ہم ناموس رسالت کا تحفظ نہ کر سکے یا اس کے گستاخوں کو سزا نہ دلوا سکے تو ہماری جان، مال، عزت وآبرو کسی کام کی نہیں اور نہ ہمیں اس کا کوئی فائدہ ہوگا۔ نتائج سے قطع نظر ملعونہ کو اس کے انجام تک پہنچانا ہر مسلمان کا فریضہ ہے۔

(روزنامہ اُمت راولپنڈی/پشاور، یکم نومبر 2018ء)

علامہ مفتی محمد حنیف قریشی، امیر شباب اسلامی پاکستان

اس فیصلے سے واقعتاً اس سرزمین پر اسلام اور اسلامی تعلیمات وعقائد خطرے میں پڑتے نظر آ رہے ہیں۔ کیونکہ اس فیصلے میں نبی کریم ﷺ کے گستاخوں کو کھلی چھٹی دی گئی ہے۔ غازی ممتاز قادری شہیدؒ کی شہادت اور سزائے موت تمام عاشقانِ رسول ﷺ اور فدائیانِ مصطفیٰ ﷺ کے لیے بہت بڑا صدمہ تھا لیکن اس ملعونہ کی بریت بھی اس سے کم صدمہ نہیں ہے۔اس فیصلے سے گستاخوں کے حوصلے بڑھیں گے جس کے نتیجے میں ملک میں لاقانونیت بھی بڑھے گی۔ مسلمانوں کے جذبات مشتعل ہیں۔ جب تک ملعونہ کو سزائے موت نہیں دی جاتی ہم آرام سے نہیں بیٹھیں گے۔

پیر سیّد محمد کبیر علی شاہ گیلانی، امیر عالمی چادر اوڑھ تحریک

آسیہ مسیح کی بریت کے کیس پر ردِّعمل ظاہر کرتے ہوئے فرمایا کہ نبی اکرم ﷺ کی حرمت کے تحفظ کے لیے مذہبی وسیاسی جماعتوں سمیت تمام طبقات متحد ہو جائیں۔توہین رسالت کے واقعات کی روک تھام کے لیے کردار ادا کرنا ہر مسلمان پر فرض ہے۔ یہ ایسا مسئلہ ہے کہ اس پر ہر مسلمان اپنا سب کچھ قربان کرنے کے لیے تیار ہے۔کلمہ طیبہ کی بنیاد پر حاصل کیا گیا پاکستان دنیا کا ایسا ملک ہے جہاں توہین رسالت کے واقعات کی روک تھام کے لیے باقاعدہ قانون موجود ہے۔اس لیے تحفظ حرمت رسول ﷺ کے لیے ایک واضح اور ٹھوس لائحہ عمل اختیار کرنے کی ضرورت ہے۔حکومت، عدلیہ اور دیگر اداروں کو مل کر توہین رسالت کے ہر راستہ کو بند کرنا چاہئے۔ بین الاقوامی قوتیں چاہتی ہیں کہ پاکستان میں شانِ رسالت ﷺ میں گستاخی کے واقعات ہوں اور پھر یہاں فتنے برپا کیے جائیں۔انہوں نے اپنے عقیدت مندوں کو ہدایت جاری کی کہ وہ کسی جلاؤ گھیراؤ کے عمل کا حصہ نہیں بنیں۔ پاکستان کی املاک کو

نقصان ملک سے وفاداری نہیں۔

(روزنامہ نوائے وقت لاہور، 2 نومبر 2018ء)

مولانا فضل الرحمٰن، سربراہ متحدہ مجلس عمل

گستاخِ رسول کو کسی صورت معاف نہیں کریں گے۔ پارلیمنٹ کے حلف نامے میں تبدیلی اور ملک میں اسرائیلی پرچم لہرانے کی سازش ناکام بنا دیں گے۔ کراچی میں تحفظ ناموس رسالت ﷺ ملین مارچ کے بڑے اجتماع سے خطاب کرتے ہوئے انہوں نے کہا کہ آسیہ مسیح کیس کا فیصلہ بیرونی دباؤ پر دیا گیا۔ پوری قوم اس فیصلے کو مسترد کرتی ہے۔ انہوں نے کہا کہ اس فیصلے کے خلاف ملک بھر میں ملین مارچ اور ختم نبوت کانفرنسیں منعقد کی جائیں گی۔ کیا وجہ ہے کہ امریکہ اور بیلجیئم کا صدر اس فیصلے کو خراج تحسین پیش کر رہا ہے۔ ایک پوپ سپریم کورٹ کے فیصلے پر خوشی کا اظہار کر رہا ہے یہ کیسے ایک اسلامی ملک کی سپریم کورٹ ہے جس کے فیصلے پر اُمت مسلمہ مضطرب اور اہل مغرب اور یہودی خوشی اور جشن منا رہے ہیں۔

(روزنامہ نوائے وقت لاہور، 9 نومبر 2018ء)

سینیٹر سراج الحق، امیر جماعت اسلامی پاکستان

گستاخ رسول آسیہ کی رہائی کے فیصلے نے امریکہ، یورپ، مغرب اور یہودیوں کو خوش کیا۔ اسلام اور مسلمانوں کو دکھ صدمے سے دوچار کیا اور کہا کہ آج کا یہ عظیم الشان خدمت رسول ﷺ مارچ اس عدالتی فیصلے کو مسترد کرتا ہے۔ مولانا سمیع الحق نے بھی اپنی زندگی میں ہی آسیہ مسیح کی رہائی کے فیصلے کی مخالفت کی تھی اور حکومت کو متنبہ کیا تھا کہ اگر ایسا فیصلہ کیا گیا تو یہ حکومت نہیں رہے گی۔

(روزنامہ نوائے وقت لاہور، 5 نومبر 2018ء)

ڈاکٹر محمد اشرف آصف جلالی، چیئرمین تحریک لبیک اسلام

آسیہ ملعونہ کی بریت کے فیصلے کو تفصیل سے خود پڑھا ہے اور اس کے بعد ہی اس میں سے 20 غلطیوں کی نشاندہی کی گئی ہے۔ سپریم کورٹ کا فیصلہ شرعی اور آئینی طور پر غلط ہے اسے واپس لیا جائے۔ انہوں نے مزید کہا کہ حکومت نے آسیہ ملعونہ کیس کی نظرثانی اپیل کے لیے مختلف مکاتبِ فکر کے علماء پر مشتمل بورڈ بنانے کی حامی بھر لی ہے جن سے جج اس مسئلے پر رہنمائی لے سکیں گے اور علماء کرام عدالت کی معاونت کریں گے۔

(روزنامہ امت راولپنڈی، 5 نومبر 2018)

قاری محمد زوار بہادر، سربراہ جمعیت علماء پاکستان

آسیہ مسیح کی رہائی کے فیصلے کے خلاف ہزاروں غلامانِ رسول ﷺ کے پرجوش احتجاجی مظاہروں سے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ گستاخِ رسول کی معافی کی کوئی گنجائش نہیں ہے۔ برعکس ان کے تاریخ اسلام میں ایسے واقعات موجود ہیں کہ جب بھی غیر مسلموں نے ہمارے آقا ورسول ﷺ کی شان میں گستاخی کی تو غلامان رسول ﷺ نے انہیں ان کے انجام تک پہنچایا۔ مگر وطن عزیز میں قانون کو ہاتھ میں نہ لینے اور عدالتوں کا احترام کرنے سے گستاخوں کو معافی دی جا رہی ہے۔

(روزنامہ نوائے وقت لاہور، یکم نومبر 2018ء)

سیّد عطاء المہیمن بخاری، امیر مجلس احرار اسلام پاکستان

امیر مجلس احرار اسلام پاکستان سید عطاء المہیمن بخاری، نائب امیر سیّد محمد کفیل بخاری اور سیکرٹری جنرل عبداللطیف خالد چیمہ نے گستاخ آسیہ مسیح کو بری کرنے کے حوالے سے فیصلے کو انصاف کے تقاضوں کے برعکس قرار دیا اور کہا کہ فیصلے سے امت مسلمہ کے جذبات مجروح ہوئے ہیں۔

(روزنامہ نوائے وقت لاہور، یکم نومبر 2018ء)

ڈاکٹر راغب حسین نعیمی، ناظم اعلیٰ جامعہ نعیمیہ گڑھی شاہو لاہور

آسیہ ملعونہ کی رہائی کے خلاف بزم نعیمیہ، نعیمین ایسوسی ایشن پاکستان کے زیر اہتمام جامعہ نعیمیہ سے نکالی گئی پرامن ناموس رسالت ﷺ احتجاجی ریلی سے خطاب کرتے ہوئے آسیہ ملعونہ کی رہائی کے فیصلے کو واپس لینے اور آسیہ ملعونہ کو پھانسی دینے کا مطالبہ کیا گیا اس عدالتی فیصلے کے قانونی وشرعی نکات پر غوروخوض کے لیے جامعہ نعیمیہ میں شیخ الحدیث مفتی عبدالعلیم سیالوی کی زیر صدارت اجلاس منعقد ہوا جس میں عدالتی فیصلے پر علماء و مشائخ، مفتیان کرام نے انتہائی تشویش کا اظہار کیا۔اور کہا کہ آسیہ ملعونہ کی رہائی کا عدالتی فیصلہ بدنیتی پر مبنی ہے اور آسیہ ملعونہ کو ہائی کورٹ کے فیصلے کی روشنی میں تختہ دار پر لٹکایا جائے۔

(روزنامہ ابتک یکم نومبر 2018ء)

مولانا سمیع الحق سربراہ جمعیت علماء اسلام (س)

شہادت سے ایک روز قبل اپنی آخری تقریر میں آسیہ کیس پر احتجاجی مظاہرے سے خطاب میں آسیہ مسیح کی بریت کو شدید تنقید کا نشانہ بناتے ہوئے کہا کہ یہ سزا معاف کرنا بھی توہین رسالت ہے۔توہین رسالت کی سزا صرف موت ہے لیکن مغرب اسے برداشت نہیں کر رہا ہے۔ختم نبوت کا قانون اور توہین رسالت کی سزا مغرب کو ہضم نہیں ہو رہے توہین عدالت کے ملزم کو فوراً طلب کر لیا جاتا ہے مگر توہین رسالت انکے لیے کوئی جرم نہیں۔آسیہ کیس کا فیصلہ آئین پاکستان کی توہین اور خلاف ورزی ہے۔مولانا کا کہنا تھا کہ عمران خان سے اپنی پہلی ملاقات میں انہوں نے آسیہ ملعونہ کی ممکنہ رہائی کا معاملہ سب سے پہلے اٹھایا۔انہوں نے کہا کہ عمران خان اس معاملے پر گومگو میں تھے اور خاص وضاحت نہیں کر پا رہے تھے۔میں نے کہا ایسا کرو گے تو اللہ تم سے حکومت چھین لے گا۔مولانا کا کہنا تھا کہ میں نے عمران خان کو سابق وزیراعظم میاں نواز شریف کی مثال دیتے ہوئے کہا کہ انہوں نے غازی ممتاز قادری کو

رات کے اندھیرے میں پھانسی دے دی تھی جس پر اللہ نے ان سے اقدار چھین لیا، اس لئے آپ ڈٹ جائیں اور کسی قسم کا دباؤ قبول نہ کریں۔انہوں نے وزیر اعظم سے مطالبہ کیا کہ وہ ڈٹ جائیں، یہ فیصلہ کرنے والے ججوں کو معزول کردیں اور فیصلہ واپس کرائیں، ایسا نہ کیا تو میرا یقین ہے کہ عمران حکومت بھی ختم ہوجائے گی۔انہوں نے اپنے خطاب میں پارلیمنٹ کو بھی شدید تنقید کا نشانہ بنایا اور کہا کہ آج یہ حالت ہے کہ پارلیمنٹ میں دن بھر تقریریں ہوئیں ۔قائد حزب اختلاف شہباز شریف بھی شریک ہوئے اور کشمیر کے بارے میں تقریر کی ،لیکن حکومت اور اپوزیشن دونوں جانب سے کوئی شخص اس مسئلے پر نہیں اٹھا۔انہوں نے کہا کہ میڈیا بھی اپنا فرض نبھانے میں ناکام ہے۔ اس مسئلے پر تو سارے ملک کو تلملا کر اٹھ کھڑا ہونا چاہئے۔

(روزنامہ امت، راولپنڈی 3 نومبر 2018)

عامر علی چوہدری
ایڈووکیٹ ہائی کورٹ

درعدالت عظمیٰ پاکستان

اپیلیٹ اختیار سماعت

فوجداری اپیل نمبر 39-L/2015

(برخلاف عدالت عالیہ لاہور کے فیصلے مؤرخہ 16-10-2014
جو فوجداری اپیل نمبری 2509/2010 اور ایم آر نمبری 614/2010 میں دیا گیا)

مسماۃ آسیہ بی بی — اپیل کنندہ

بنام

ریاست پاکستان وغیرہ — مسئول الیہان

منجانب اپیل کنندہ: جناب سیف الملوک، ایڈووکیٹ سپریم کورٹ
منجانب ریاست: جناب زبیر احمد فاروق، ایڈیشنل پراسیکیوٹر جنرل
منجانب شکایت گزار: جناب غلام مصطفیٰ چوہدری، ایڈووکیٹ سپریم کورٹ
تاریخ سماعت: مؤرخہ 8 اکتوبر 2018

فیصلہ

میاں ثاقب نثار، چیف جسٹس

اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ.

"میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہ ہے اور میں گواہی دیتا ہوں کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اللہ کے آخری نبی ہیں۔"

مندرجہ بالا کلمہ شہادت جو اسلام کی روح ہے، سے آشکار ہے کہ اللہ کے سوا کوئی خدا

(عبادت کے لائق) نہ ہے اور نبی کریم ﷺ اللہ کے آخری نبی ہیں۔ یہ ہمارا پختہ ایمان ہی ہے جس کی بنا پر ہم ان دیکھے اللہ کے روبرو سجدہ ریز ہوتے ہیں اور یہ تسلیم کرتے ہیں کہ اس کا کوئی شریک نہ ہے۔

2۔ حرمت نبی کریم ﷺ کی توثیق بھی کلمہ شہادت سے ہوتی ہے جیسا کہ اُن کا نام اللہ تبارک وتعالیٰ کے نام کے ہمراہ لیا جاتا ہے، لہٰذا رسول کریم ﷺ کا مقدس نام زبان پر لاتے ہوئے انتہائی احتیاط ملحوظ رکھی جانی چاہیے۔ برداشت اسلام کا اصولِ زرّیں ہے۔ یہ نہ صرف ہماری مذہبی اور اخلاقی ذمہ داری ہے بلکہ یہ انسانی تکریم، مخلوق خدا کے مابین برابری، ، فکر و وجدان اور عقیدہ کی بنیادی آزادی سے متعلق ہے۔ اس کا مطلب سمجھوتا کرنا نہ ہے۔ نہ ہی اُصولوں کا فقدان یا غیر سنجیدگی ہے بلکہ اس کا مطلب اس حقیقت کو مان لینا ہے کہ انسان جو قدرتی طور پر ایک دوسرے سے ظاہری حلیے، حالات، اندازِ گفتگو، رویے اور اقدار کے لحاظ سے مختلف ہیں انہیں اپنی زندگیاں اپنے انداز سے گزارتے ہوئے امن وامان کے ساتھ رہنے کا حق ہے۔ مذہب اسلام کچھ بھی برداشت کرسکتا ہے لیکن ناانصافی، جبر اور انسانی حقوق کی پامالی، جن کا قرآن کریم میں ابتدا سے ہی اعادہ کیا گیا ہے، کوکسی طور برداشت نہ کرنے کا درس دیتا ہے۔ اسلام میں مذہبی آزادی کی مکمل ضمانت فراہم کی گئی ہے۔ اسلام مذہبی اعتماد اور ایمان کے معاملے میں دباؤ کو قطعی ممنوع قرار دیتا ہے۔

ترجمہ:

> ”دین کے معاملے میں زبردستی نہیں ہے، بے شک ہدایت یقیناً گمراہی سے ممتاز ہو چکی ہے، پھر جو شخص شیطان کو نہ مانے اور اللہ پر ایمان لائے تو اس نے مضبوط حلقہ پکڑ لیا جو ٹوٹنے والا نہیں، اور اللہ سننے والا جاننے والا ہے۔“

(سورۃ البقرہ، آیت 2:256)

پس بطور مسلمان ہم اس معتبر حکم کے تابع ہیں اور ہم پر یہ لازم ہے کہ ہم ان حدود کی پاسداری کریں۔

کی محمدؐ سے وفا تو نے تو ہم تیرے ہیں
یہ جہاں چیز ہے کیا لوح و قلم تیرے ہیں

3۔ مندرجہ بالا شعر سے علامہ محمد اقبالؒ جو ایک مشہور رہنما تھے اور ''پاکستان کے روحانی باپ'' مانے جاتے ہیں نے اپنی نظم جواب شکوہ میں ہمارے پیارے نبی کریمؐ کی تعریف و تحسین بیان کی جو بلاشبہ مذہب اسلام کی بنیادی اساس سمجھی جاتی ہے۔ اس حقیقت سے کسی طور صرفِ نظر نہیں کیا جا سکتا کہ حضرت محمد ﷺ تمام امت مسلمہ میں انتہائی معتبر اور صاحب تکریم ہیں اور آپ اللہ تبارک تعالیٰ کی بنائی ہوئی ہر مخلوق یہاں تک کہ آپؐ سے پہلے آنے والے انبیا سے برتر رتبے کے حامل ہیں۔

آپ ﷺ کی سیرت اعلیٰ ترین اخلاقی اقدار کی عکاس ہے اور تاریخ میں آپؐ کا کردار قابل تقلید اور بہترین نمونہ حیات تصور کیا جاتا ہے جس کو دوست اور دشمن سب احترام کی نگاہ سے دیکھتے ہیں اور جو حقیقتاً انتہائی عزت و وقار کا متقاضی ہے۔ آپؐ کی تعلیمات بلاشبہ اقوام اور افراد کے طرزِ عمل، سوچ و فکر اور افعال میں مثبت تبدیلی لانے کا موجب بنی ہیں۔ آپؐ کی بے مثال کامیابیوں نے پہلے آنے والے تمام نبیوں میں آپؐ کو اعلیٰ رتبہ عطا کیا۔

4۔ اللہ کے نبیؐ سے بے انتہا اور غیر معمولی عشق ہر مسلمان کے عقیدے کا جزو لازم ہے۔ اس ضمن میں درج ذیل آیات اور احادیث انتہائی اہم اور واضح ہیں:

ترجمہ:

''کہہ دو کہ اگر تمھارے باپ اور بیٹے اور بھائی اور عورتیں اور خاندان کے آدمی اور مال جو تم کماتے ہو اور تجارت جس کے بند ہونے سے ڈرتے ہو اور مکانات جن کو پسند کرتے ہو خدا اور اس کے رسول سے اور خدا کی راہ میں جہاد کرنے سے تمھیں زیادہ عزیز ہوں تو ٹھہرے رہو یہاں تک کہ خدا اپنا حکم (یعنی عذاب)

بھیجے۔اور خدا نافرمان لوگوں کو ہدایت نہیں دیا کرتا۔"

(سورۃ التوبہ: آیت:9:24)

ترجمہ:

"تارے کی قسم جب غائب ہونے لگے کہ تمھارے رفیق (محمد ﷺ) نہ رستہ بھولے ہیں نہ بھٹکے ہیں اور نہ خواہش نفس سے منہ سے بات نکالتے ہیں۔ یہ (قرآن) تو حکم خدا ہے جو (ان کی طرف) بھیجا جاتا ہے۔"

(سورۃ النجم، آیات:4-53:1)

ابوحریرہؓ سے روایت ہے کہ اللہ کے پیغمبرؐ کا فرمان ہے کہ "اس اللہ کی قسم جس کے قبضے میں میری جان ہے تم میں سے کسی کا ایمان اس وقت تک مکمل نہیں ہوتا جب تک تم مجھ سے اپنے والد اور اپنی اولاد سے زیادہ محبت نہیں کرتے۔"

حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ: نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ: "تم میں سے کسی کا ایمان اس وقت تک مکمل نہیں ہوتا جب تک تم مجھ سے اپنے والد اپنی اولاد اور تمام بنی ونوع انسان سے زیادہ محبت نہ کرو۔"

5۔ اس عشق کے اظہار کا واحد ذریعہ اللہ کے نبیؐ کی تعلیمات کی غیر مشروط اور مکمل تابعداری ہے جس کی تاکید درج ذیل آیات سے واضع ہے:

ترجمہ:

"(اے پیغمبر ﷺ لوگوں سے) کہہ دو کہ اگر تم خدا کو دوست رکھتے ہو تو میری پیروی کرو خدا بھی تمھیں دوست رکھے گا اور تمھارے گناہ معاف کر دے گا اور خدا بخشنے والا مہربان ہے۔" (سورۃ العمران:3:31)

ترجمہ:

"تمھارے پروردگار کی قسم یہ لوگ جب تک اپنے تنازعات میں تمھیں منصف نہ بنائیں اور جو فیصلہ تم کر دو اس سے اپنے دل میں تنگ نہ ہوں بلکہ اس کو خوشی سے مان لیں تب مومن نہیں ہوں گے۔" (سورۃ النساء:4:65)

ترجمہ:

''اور کسی مومن مرد اور مومن عورت کو حق نہیں ہے کہ جب خدا اور اس کا رسولؐ کوئی امر مقرر کر دیں تو وہ اس کام میں اپنا بھی کچھ اختیار سمجھیں۔ اور جو کوئی خدا اور اس کے رسولؐ کی نافرمانی کرے وہ صریح گمراہ ہو گیا۔''

(سورۃ الاحزاب، آیت: 33:36)

6۔ ہمارے نبی کریم ﷺ کی عظیم شخصیت اور روحانیت تمام مسلمانوں کے لیے بہترین نمونہ حیات ہے جس کا اظہار واضح طور پر درج ذیل آیات میں کیا گیا ہے:

ترجمہ:

''اور جب تم ان کے پاس (کچھ دنوں تک) کوئی آیت نہیں لاتے تو کہتے ہیں کہ تم نے (اپنی طرف سے) کیوں نہیں بنا لی۔ کہہ دو کہ میں تو اسی کی پیروی کرتا ہوں جو میرے پروردگار کی طرف سے میرے پاس آتا ہے۔ یہ قرآن تمہارے پروردگار کی جانب سے دانش و بصیرت اور مومنوں کے لیے ہدایت اور رحمت ہے۔''

(سورۃ الاعراف، آیت: 7:203)

ترجمہ:

''تم کو پیغمبر خدا کی پیروی (کرنی) بہتر ہے (یعنی) اس شخص کو جسے خدا (سے ملنے) اور روز قیامت (کے آنے) کی امید ہو اور وہ خدا کا ذکر کثرت سے کرتا ہو۔''

(سورۃ الاحزاب، آیت: 33:21)

ترجمہ:

''اور تمہارے لیے بے انتہا اجر ہے اور اخلاق تمہارے بہت (عالی) ہیں۔''

(سورۃ القلم، آیت: 68:3-4)

ترجمہ:

''اور (اے محمد ﷺ) ہم نے تم کو تمام جہان کے لیے رحمت (بنا کر) بھیجا ہے۔''

(سورۃ الانبیاء، آیت: 21:107)

7۔ قرآن مجید میں نبی کریمؐ کی تعظیم و تکریم صراحت سے بیان کی گئی ہے اور حکم دیا گیا ہے

کہ مسلمان آپ ؐ کی ذات پاک کا از حد احترام کریں اور آپ ؐ کا اسم گرامی زبان پر لاتے ہوئے ہر طرح کی احتیاط کریں۔ نہ صرف مناسب الفاظ کا استعمال کریں بلکہ اپنی آواز کو نیچا رکھیں وگرنہ ان کے اعمال ضائع ہو جائیں گے جیسا کہ درج ذیل آیات میں بیان کیا گیا ہے:

ترجمہ:

''اور یہ جو یہودی ہیں ان میں سے کچھ لوگ ایسے بھی ہیں کہ کلمات کو ان کے مقامات سے بدل دیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہم نے سن لیا اور نہیں مانا اور سنیئے نہ سنوائے جا اور زبان کو مروڑ کر اور دین میں طعن کی راہ سے (تم سے گفتگو) کے وقت راعنا کہتے ہیں اور اگر (یوں) کہتے ہیں کہ ہم نے سن لیا اور مان لیا اور (صرف) اسمع اور (راعنا کی جگہ) انظرنا (کہتے) تو ان کے حق میں بہتر ہوتا اور بات بھی بہت درست ہوتی لیکن خدا نے ان کے کفر کے سبب ان پر لعنت کر رکھی ہے تو یہ کچھ تھوڑے ہی ایمان لاتے ہیں۔'' (سورۃ النساء، آیت:4:46)

ترجمہ:

''اے اہل ایمان! اپنی آوازیں پیغمبر کی آواز سے اونچی نہ کرو اور جس طرح آپس میں ایک دوسرے سے زور سے بولتے ہو (اس طرح) ان کے روبرو زور سے نہ بولا کرو (ایسا نہ ہو) کہ تمھارے اعمال ضائع ہو جائیں اور تم کو خبر بھی نہ ہو۔''

(سورۃ الحجرات، آیت:49:2)

ابن تیمیہ، متذکرہ بالا آیت کی وضاحت کرتے ہوئے راوی ہیں کہ ''اس آیت میں ایمان رکھنے والوں کو منع کیا گیا ہے کہ وہ اپنی آوازیں نبی کریمؐ کی آواز سے اونچی نہ کریں کیونکہ نبی کریمؐ کے روبرو اپنی آوازیں اونچا کرنے سے ان کے اعمال ضائع ہو جائیں جس کا انھیں ادراک نہیں۔''

اللہ تبارک تعالیٰ نے نبی کریمؐ کے دشمن کو اللہ تبارک تعالیٰ کا دشمن قرار دیا ہے اور حکم دیا

ہے کہ نہ صرف اس فانی دنیا میں بلکہ اس کے بعد ابدی زندگی میں وہ جو ایمان نہیں لائے اور آپ ؐ کی (نعوذ باللہ) بے حرمتی کی سخت سزا ہے۔ برائے حوالہ کچھ آیات ذیل میں دی گئی ہیں:

ترجمہ:

''تم ان کے لیے بخشش مانگو یا نہ مانگو۔ (بات ایک ہے)۔ اگر ان کے لیے ستر دفعہ بھی بخشش مانگو گے تو بھی خدا ان کو نہیں بخشے گا۔ یہ اس لیے کہ انھوں نے خدا اور اس کے رسولؐ سے کفر کیا۔ اور خدا نافرمان لوگوں کو ہدایت نہیں دیتا۔''
(آیت:9:80)

ترجمہ:

''اور اسی طرح ہم نے گنہگاروں میں سے ہر پیغمبر کا دشمن بنا دیا اور تمھارا پروردگار ہدایت دینے اور مدد کرنے کو کافی ہے۔'' (آیت:25:31)

ترجمہ:

''کیا تم نے ان لوگوں کو نہیں دیکھا جن کو سرگوشیاں کرنے سے منع کیا گیا تھا۔ پھر جس (کام) سے منع کیا گیا تھا وہی پھر کرنے لگے اور یہ تو گناہ اور ظلم اور رسول (خدا) کی نافرمانی کی سرگوشیاں کرتے ہیں۔ اور جب تمھارے پاس آتے ہیں تو جس (کلمے) سے خدا نے تم کو دعا نہیں دی اس سے تمھیں دعا دیتے ہیں۔ اور اپنے دل میں کہتے ہیں کہ (اگر یہ واقعی پیغمبر ہیں تو) جو کچھ ہم کہتے ہیں خدا ہمیں اس کی سزا کیوں نہیں دیتا؟ (اے پیغمبر) ان کو دوزخ (ہی کی سزا) کافی ہے۔ یہ اسی میں داخل ہوں گے۔ اور وہ بری جگہ ہے۔'' (آیت:58:8)

ترجمہ:

''ابولہب کے ہاتھ ٹوٹیں اور وہ ہلاک ہو۔ نہ تو اس کا مال ہی اس کے کچھ کام آیا اور نہ وہ جو اس نے کمایا۔ وہ جلد بھڑکتی ہوئی آگ میں داخل ہوگا۔ اور اس کی

جورو بھی جو ایندھن سر پر اٹھائے پھرتی ہے۔ اس کے گلے میں مونج کی رسی ہو گی۔" (آیت:5-111:1)

ترجمہ:

"جس چیز کے بدلے انھوں نے اپنے تئیں بیچ ڈالا، وہ بہت بری ہے، یعنی اس جان سے کہ خدا اپنے بندوں میں جس پر چاہتا ہے، اپنی مہربانی سے نازل فرماتا ہے۔ خدا کی نازل کی ہوئی کتاب سے کفر کرنے لگے تو وہ (اس کے) غضب بالائے غضب میں مبتلا ہو گئے۔ اور کافروں کے لیے ذلیل کرنے والا عذاب ہے۔" (آیت:2:90)

ترجمہ:

"جو لوگ خدا سے اور اس کے پیغمبروں سے کفر کرتے ہیں اور خدا اور اس کے پیغمبروں میں فرق کرنا چاہتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہم بعض کو مانتے ہیں اور بعض کو نہیں مانتے اور ایمان اور کفر کے بیچ میں ایک راہ نکالنی چاہتے ہیں۔ وہ بلا اشتباہ کافر ہیں اور کافروں کے لیے ہم نے ذلت کا عذاب تیار کر رکھا ہے۔"

(آیت:151-4:150)

ترجمہ:

"جو لوگ خدا اور اس کے پیغمبر ﷺ کو رنج پہنچاتے ہیں ان پر خدا دنیا اور آخرت میں لعنت کرتا ہے اور ان کے لیے اس نے ذلیل کرنے والا عذاب تیار کر رکھا ہے۔" (آیت:33:57)

اس آیت کی وضاحت کرتے ہوئے علامہ قرطبیؒ لکھتے ہیں:

"ہر چیز جو کہ نبی کریم ﷺ کے لیے برائی یا بغض کا موجب بنے چاہے وہ مختلف معنوں کے حامل الفاظ کا استعمال ہو یا ایسا کوئی عمل ہو جو آپ ﷺ کی حرمت پر حرف لانے کا باعث بنے اس برائی یا بغض کا حصہ ہے۔"

(الجامع (لاحکام القرآن) جلد 14 صفحہ 238)

علامہ اسماعیل حقانیؒ اس آیت کی تشریح کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''اللہ اور اللہ کے نبی ﷺ کے لیے برائی یا بغض سے مراد صرف اللہ کے پیغمبر کی اذیت ہے۔ درحقیقت اللہ تبارک تعالیٰ کا ذکر آیت میں صرف نبی کریم ﷺ کا رتبہ اور تعظیم بیان کرنے کے لیے آیا ہے تاکہ یہ ظاہر ہو سکے کہ نبی کریم ﷺ کے لیے بغض یا برائی رکھنا درحقیقت اللہ کے لیے بغض یا برائی رکھنے کے مترادف ہے۔''

ایک اور آیت میں اس طرح لکھا گیا ہے:

ترجمہ:

''اور ان میں بعض ایسے ہیں جو پیغمبر کو ایذا دیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ یہ شخص نرا کان ہے۔ (ان سے) کہہ دو کہ (وہ) کان (ہے تو) تمھاری بھلائی کے لیے۔ وہ خدا کا اور مومنوں (کی بات) کا یقین رکھتا ہے اور جو لوگ تم میں سے ایمان لائے ہیں ان کے لیے رحمت ہے۔ اور جو لوگ رسول خدا کو رنج پہنچاتے ہیں ان کے لیے عذاب الیم (تیار) ہے۔ مومنو! یہ لوگ تمھارے سامنے خدا کی قسمیں کھاتے ہیں تاکہ تم کو خوش کر دیں۔ حالانکہ اگر یہ (دل سے) مومن ہوتے تو خدا اور اس کے پیغمبر خوش کرنے کے زیادہ مستحق ہیں۔''

(سورۃ التوبہ، آیت: 9: 61-62)

ابن تیمیہ ان آیات کی وضاحت کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ:

''آیت نمبر 62 قرار دیتی ہے کہ نبی کریمؐ کو ایذاء پہنچانا اللہ اور اس کے نبیؐ کی مخالفت کرنے کے مترادف ہے۔'' (الصارم المسلول، صفحہ 20 اور 21)

یہ آیات، آیت 58:20 سے منسلک ہیں جو کہ درج ذیل ہے:

ترجمہ:

''جو لوگ خدا اور اس کے رسولؐ کی مخالفت کرتے ہیں وہ نہایت ذلیل ہوں گے۔'' (سورۃ المجادلۃ، آیت: 58:20)

پس قرآن الکریم کی یہ تمام آیات واضح طور پر بیان کرتی ہیں کہ پیغمبرؐ کی بے حرمتی کرنے والے یہ تمام لوگ درحقیقت اللہ اور اس کے پیغمبرؐ کے مخالفین ہیں جن کے متعلق قرآن میں بیان کیا گیا ہے کہ:

ترجمہ:

''جب تمھارا پروردگار فرشتوں کو ارشاد فرماتا تھا کہ میں تمھارے ساتھ ہوں تم مومنوں کو تسلی دو کہ ثابت قدم رہیں۔ میں ابھی ابھی کافروں کے دلوں میں رعب و ہیبت ڈالے دیتا ہوں تو ان کے سر مار (کر) اڑا دو اور ان کا پور پور مار (کر توڑ) دو۔'' (آیت:8:12)

ترجمہ:

''یہ (سزا) اس لیے دی گئی کہ انھوں نے خدا اور اس کے رسولؐ کی مخالفت کی۔ اور جو شخص خدا اور اس کے رسولؐ کی مخالفت کرتا ہے تو خدا بھی سخت عذاب دینے والا ہے۔'' (آیت:8:13)

ترجمہ:

''اور اگر خدا نے ان کے بارے میں جلاوطن کرنا نہ لکھ رکھا ہوتا تو ان کو دنیا میں بھی عذاب دے دیتا۔ اور آخرت میں تو ان کے لیے آگ کا عذاب (تیار) ہے۔'' (آیت:59:3)

ترجمہ:

''یہ اس لیے کہ انھوں نے خدا اور اس کے رسول کی مخالفت کی۔ اور جو شخص خدا کی مخالفت کرے تو خدا سخت عذاب دینے والا ہے۔'' (آیت:59:4)

-8 یہ تمام آیات واضح طور پر اللہ اور اُس کے رسولؐ کے مخالفین، جن میں حرمتِ رسولؐ پر حرف اٹھانے والے بھی شامل ہیں، کے لیے انتہائی سزا یعنی سزائے موت تجویز کرتی ہیں۔ پس کسی کو بھی کسی طور پر تحریری یا زبانی الفاظ کی صورت میں بلواسطہ یا بلا واسطہ حضرت محمد ﷺ

کے مقدس نام کی بے توقیری یا بے حرمتی کرنے کی اجازت نہ ہے۔ اگر کوئی نبی پاکؐ کی بے توقیری کے مرتکب پایا گیا تو وہ سزا کا مستوجب ہوگا۔ تاریخ اس امر کی گواہ رہی ہے کہ جب کبھی بھی توہین رسالتؐ کی کوشش کی گئی تو امت مسلمہ، جو چاہے دنیا کے کسی بھی کونے میں آباد ہو، نے ہمیشہ متحد ہو کر اس بے حرمتی کے خلاف آواز اٹھائی اور کھل کر ردعمل کا اظہار کیا جس کے خاطر خواہ نتائج بھی برآمد ہوئے۔ یہی وجہ ہے کہ کوئی بھی چیز جو کسی طرح بھی آپؐ کی حیات طیبہ کے کسی پہلو پر تعرض کا موجب بنے مسلمانوں کو ناقابل برداشت حد تک مشتعل کر دیتی ہے جس کے نتیجے میں شدید نقضِ امن کا خطرہ پیدا ہو جاتا ہے جس کے نتائج انتہائی مہلک اور تباہ کن ہو سکتے ہیں۔ اسی وجہ سے قانون میں دفعہ 295-C کا اضافہ کیا گیا ہے تاکہ متذکرہ بالا توہین کے مرتکب افراد کو قانون کے کٹہرے میں کھڑا کیا جا سکے۔

9۔ یہاں 1923ء میں رو پذیر ہونے والے واقعے کا حوالہ دینا مناسب ہوگا جب ایک کاذب شخص ''رجپال'' نے ایک کتابچہ شائع کیا جس میں نبی کریمؐ خاتم النبیین کی ذاتِ اقدس کے متعلق توہین آمیز مواد تحریر تھا۔ برصغیر کے مسلمانوں نے اس پر احتجاج کرتے ہوئے ایک تحریک کا آغاز کیا اور کتاب پر پابندی کا مطالبہ کیا۔ نتیجتاً 1927ء میں حکومت برطانیہ ایسا قانون نافذ کرنے پر مجبور ہوگئی جس میں دیگر مذاہب کے بانیان اور راہنماؤں کی بے حرمتی کرنے پر پابندی عائد کر دی گئی۔ جیسے مجموعۂ تعزیرات پاکستان میں دفعہ 295-A شامل کی گئی۔ تاہم، مسلمان اس پر مطمئن نہ تھے اور غازی علم دین شہید بالآخر رجپال کو قتل کرنے میں کامیاب ہوگیا۔ مقدمے کی سماعت کے بعد علم الدین کو مجرم ٹھہراتے ہوئے موت کی سزا دی گئی۔ آج مسلمان اس کو سچا عاشق رسول گردانتے ہیں۔

10۔ آزادی کے بعد، اس عمل کو یقینی بنانے کے لیے کہ توہین رسالتؐ کی کوئی کوشش نہ ہو سکے، مجموعہ تعزیرات پاکستان 1860ء میں ایک نئی دفعہ کا اضافہ کیا گیا جو کہ اس طرح ہے:

''دفعہ C-295: (رسول پاک ﷺ کے متعلق توہین آمیز الفاظ کا اظہار وغیرہ:

''جو کوئی بھی تحریری یا زبانی الفاظ سے یا بظاہر تمثیل یا کسی نسبت سے یا کسی اشارے یا کنائے سے بالواسطہ یا بلاواسطہ طور پر حضرت محمد ﷺ کے مقدس نام کی توہین کا مرتکب ہوگا اس کو سزائے موت یا عمر قید کی سزا اور جرمانے کی ادائیگی کا مستوجب ٹھہرایا جائے گا۔''

اس شق کے مطابق، توہین رسالت کے عمل کو قابل سزا قرار دیا گیا اور مقرر کردہ سزا یا تو موت ہے یا عمر قید بمعہ جرمانہ ہے۔ اس شق کی موثریت وفاقی شرعی عدالت کی جانب سے مقدمہ محمد اسماعیل قریشی بنام پاکستان بذریعہ سیکرٹری قانون اور پارلیمانی امور [PLD 1991 FSC 10] میں جانچی گئی تھی جہاں عدالت نے قرار دیا کہ دفعہ C-295 (ت پ) اس حد تک اسلام کے بنیادی اصولوں سے منافی ہے کہ یہ عمر قید کی سزا بھی تجویز کرتا ہے جو ایک طرح سے سزائے موت کے متبادل ہوتی ہے اور یہ قرار دیا گیا کہ ''توہین رسالتؐ'' کی سزا موت ہی ہونی چاہیے۔ مزید یہ بھی قرار دیا گیا کہ اگر اسلامی جمہوریہ پاکستان کا صدر 30 اپریل 1991ء سے قبل قانون میں ترمیم نہیں کرتے تب دفعہ C-295 کو مذکورہ فیصلے کی روشنی میں ترمیم شدہ تصور کیا جائے گا۔ اس ضمن میں ایک اپیل عدالت عظمیٰ کے شریعت اپیلٹ بینچ میں دائر کی گئی جو عدم پیروی استغاثہ کی وجہ سے خارج ہوگئی۔

11۔ جیسا کہ اوپر بیان کیا گیا ہے کہ تمام عالم میں امت مسلمہ حضرت محمد ﷺ کی ذات اقدس سے گہری عقیدت اور لگاؤ رکھتی ہے یہاں تک کہ اپنے والدین، اولاد اور اپنی زندگیوں سے زیادہ محبوب رکھتی ہے۔ کسی کو بھی حضرت محمد ﷺ کی ناموس پر حرف لانے کی اجازت نہیں دی جا سکتی، نہ ہی توہین رسالت ﷺ کے مرتکب شخص کو سزا دیئے بغیر چھوڑا جا سکتا ہے۔ حتیٰ کہ حکومت نے قومی اور بین الاقوامی سطح پر کوشش کی ہے کہ توہین رسالت ﷺ کے واقعات میں کمی واقع ہو۔ مثال کے طور پر مارچ 2009ء میں ہماری حکومت نے اقوام متحدہ کی کونسل برائے انسانی حقوق کے روبرو جنیوا

میں ایک قرارداد پیش کی جس میں یہ مطالبہ کیا گیا کہ ''مذاہب کی توہین'' کو انسانی حقوق کی خلاف ورزی کے مترادف متصور کیا جائے جس کے تحت اقوام عالم سے ''مذاہب کی توہین'' کے خلاف قانون سازی کا مطالبہ کیا گیا۔ قرارداد مورخہ 26-03-2009 کو بے پناہ تحفظات کے باوجود منظور کر لیا گیا۔ یوں ہماری حکومت بین الاقوامی سطح پر آزادیٔ اظہار کی بنیاد پر مذہب اور عقیدوں کی توہین کی کوششوں کی حدود متعین کرنے میں کامیاب ہوگئی۔ عوامی رابطے کی ویب سائٹ ''فیس بک'' کو بند کر دیا گیا کیونکہ اس نے ایک ایسا صفحہ ترتیب دیا اور اس کی تشہیر کی گئی جس کو ''یوم خاکہ نویسی محمدؐ (نعوذ باللہ) برائے خاص و عام'' کا نام دیا گیا۔

یہ رسول کریم ﷺ کے متبرک نام کی توہین کرنے کی دل آزار اور مبنی بر عناد شرارتوں کو روکنے کے لیے مقتدر حلقوں کی ایک اور کوشش تھی۔ یہ پابندی اس وقت اٹھا لی گئی جب فیس بک انتظامیہ نے متذکرہ صفحہ تک رسائی ممنوع کر دی۔ جون 2010ء میں تقریباً 17 ویب سائٹوں کو اس بناء پر بند کیا گیا کہ ان پر ایسا مواد موجود تھا جو مسلم امہ کی دل آزاری کا باعث اور توہین آمیز تھا۔ اس وقت سے مقتدر ادارے ان ویب سائٹوں پر موجود مواد کی نگرانی کر رہے ہیں جن میں گوگل، yahoo، یوٹیوب، ایمزون، MSN، ہاٹ میل اور بنگ Bing اور عوامی رابطے کی ویب سائٹس شامل ہیں جو کہ بین الاقوامی سطح پر مستعمل ہیں اور عوام پر براہ راست اثر انداز ہوتی ہیں۔

12۔ جیسا کہ اوپر بیان کیا گیا کسی کو بھی حضرت محمد ﷺ کی توہین کرنے کی اجازت نہیں دی جا سکتی اور نہ ہی جرم کو سزا کے بغیر چھوڑا جا سکتا ہے لیکن اس کا ایک اور پہلو بھی ہے بعض اوقات کچھ مذموم مقاصد کے حصول کے لیے قانون کو انفرادی طور پر غلط طریقے سے استعمال کرتے ہوئے توہین رسالتؐ کا جھوٹا الزام عائد کیا جاتا ہے۔ حقائق کے مطابق 1990ء سے تقریباً 62 افراد توہین رسالتؐ کے الزام کی بناء پر قانون کے مطابق اپنے مقدمے کی سماعت سے قبل ہی موت کے گھاٹ اتارے جا چکے ہیں۔

یہاں تک کہ نامور شخصیات جنھوں نے اس امر کا اعادہ کیا کہ توہین رسالتؐ کا قانون چند افراد کے ہاتھوں غلط استعمال ہو رہا ہے بھی خطرناک نتائج کا سامنا کر چکے ہیں۔ اس قانون کے غلط استعمال کی ایک حالیہ مثال مشعال خان کا قتل ہے جو مردان کی عبدالولی خان یونیورسٹی کا طالب علم تھا جس کو اپریل 2017ء میں یونیورسٹی کے احاطے میں ایک مشتعل ہجوم نے صرف اس الزام پر قتل کر دیا کہ اس نے کوئی توہین آمیز مواد آن لائن پوسٹ کیا ہے۔

13۔ یہاں ایوب مسیح کے مقدمے کا حوالہ دیا جانا بھی مناسب ہے جس پر توہین کا الزام اس کے ہمسائے محمد اکرم نے لگایا تھا۔ مبینہ وقوعہ 14 اکتوبر 1996ء کو پیش آیا ملزم کو گرفتار کر لیا گیا لیکن گرفتاری کے باوجود علاقے عیسائیوں کے گھر جلا دیئے گئے اور تمام عیسائی آبادی جو چودہ گھرانوں پر مشتمل تھی کو گاؤں چھوڑنے پر مجبور کر دیا گیا۔ ملزم ایوب کو سیشن کورٹ کے احاطے میں گولی مار کر زخمی کیا گیا اور بعدازاں جیل میں اس پر دوبارہ حملہ کیا گیا مقدمے کی سماعت ختم ہونے پر ایوب کو مجرم قرار دے کر موت کی سزا سنائی گئی، عدالت عالیہ نے سزا کی توثیق کی تاہم عدالت ہذا میں اپیل کی سماعت کے دوران یہ واضح ہوا کہ دراصل شکایت کنندہ اس پلاٹ پر قبضہ کرنا چاہتا تھا جس پر ایوب اور اس کا والد رہائش پذیر تھے اور یوں ایوب کو مذکورہ مقدمے میں پھنسا کر وہ اس کے سات مرلے کے پلاٹ پر قبضہ کرنے میں کامیاب ہو گیا۔ لہٰذا مذکورہ اپیل عدالت ہذا نے منظور کر لی تھی اور سزا کو کالعدم قرار دے دیا۔

14۔ اس مقام پر، یہ اعادہ کرنا لازم ہے کہ مذہب اسلام قرآن الکریم کی تعلیمات کے مطابق دیگر کئی اچھے اوصاف کے علاوہ بنی نو انسان کے ساتھ محبت اور شفقت کا سلوک روا رکھتے ہوئے آپس میں امن و آشتی سے رہنے کا درس دیتا ہے۔ یہ کتاب اللہ تبارک کی جانب سے عطا کردہ راہنمائی کے اصولوں کا اعلیٰ ترین نمونہ ہے جس کے ذریعے ہمیں علم کی دولت سے نوازا گیا جو کہ حتمی کتاب ہے اس میں کسی طور ترمیم نہیں کی جا سکتی۔

قرآن کریم اللہ کے احکامات کا مخزن ہے جو زندگی گزارنے کے رہنما اصول مہیا کرتا ہے اور ہمیں نظریہ برداشت کی تعلیم دیتا ہے۔ لیکن یہ ذہن میں رکھنا چاہیے کہ جب تک کوئی آئین میں مروجہ شفاف طریقہ سماعت کے بعد گنہگار ثابت نہیں ہو جاتا ہر شخص کو، بلا امتیاز ذات پات، مذہب و نسل کے، معصوم اور بے گناہ تصور کیا جائے گا۔ قرآن پاک میں واضح طور پر کہا گیا ہے کہ:

ترجمہ:

''اس قتل کی وجہ سے ہم نے بنی اسرائیل پر یہ حکم نازل کیا کہ جو شخص کسی کو) ناحق (قتل کرے گا) یعنی (بغیر اس کے کہ جان کا بدلہ لیا جائے یا ملک میں خرابی کرنے کی سزا دی جائے اس نے گویا تمام لوگوں کو قتل کیا اور جو اس کی زندگانی کا موجب ہوا تو گویا تمام لوگوں کی زندگانی کا موجب ہوا اور ان لوگوں کے پاس ہمارے پیغمبر روشن دلیلیں لا چکے ہیں پھر اس کے بعد بھی ان سے بہت سے لوگ ملک میں حد اعتدال سے نکل جاتے ہیں۔'' (آیت:5:32)

مزید برآں، یہ بیان کرنا بھی ضروری ہے کہ سزا دینا ریاست کی ذمہ داری ہے کسی بھی فرد کو قانون اپنے ہاتھ میں لینے اور خود سے سزا دینے کی اجازت نہیں ہے۔ یہاں تک کہ توہین رسالتؐ وغیرہ کے ملزم کو بھی مجاز عدالت کے روبرو اپنا دفاع کرنے کا جائز موقع دیا جانا چاہیے تاکہ انصاف کے تقاضے پورے ہو سکیں اور مذموم مقاصد کے حصول کے لیے جھوٹے الزام لگانے کا تدارک ہو سکے۔

15۔ یہ امر ہمارے لیے باعث فخر اور اطمینان ہے کہ ہم تحریری آئین اور قوانین کے تابع ہیں۔ آئین میں آرٹیکل 4 کے تحت قرار دیا گیا ہے کہ ''ہر شخص کو قانون کا تحفظ حاصل ہے اور ہر شہری کے ساتھ بمطابق قانون سلوک کیا جانا اس کا ناقابل تنسیخ حق ہے چاہے وہ پاکستان میں کہیں بھی موجود ہو چاہے وقتی طور پر ہی۔'' بطور خاص

ا) کوئی ایسا فعل جو کسی شخص کی زندگی، آزادی، جسم، ساکھ یا جائیداد کے لیے نقصان دہ ہو

قانون کے مطابق عمل میں لایا جائے گا۔

ب) کسی بھی شخص کو کوئی ایسا عمل کرنے سے نہیں روکا جائے گا جو قانون کے مطابق ہو اور نہ ہی کسی شخص کو ایسا کام کرنے پر مجبور کیا جائے گا جس کا کیا جانا قانون کے مطابق ممنوع ہو۔"

آئین کے آرٹیکل 37 کے تحت یہ ریاست کی ذمہ داری ہے کہ وہ پاکستان کی عوام کو سستے اور فوری انصاف کی فراہمی کو یقینی بنائے۔ اسی طرح آئین کے آرٹیکل (2)175 کے مطابق "کسی بھی عدالت کا اختیار سماعت قانون کے تحت آئین میں مہیا کردہ حدود تک محدود ہوگا۔" مجموعہ ضابطۂ فوجداری مجریہ 1898ء کی دفعہ 28 قرار دیتی ہے کہ ضابطے کی دیگر دفعات کو مدنظر رکھتے ہوئے مجموعہ تعزیرات پاکستان کے تحت کسی جرم کی سماعت یا تو

ا) عدالت عالیہ کرے گی یا

ب) سیشن عدالت کرے گی یا

ج) کوئی دیگر عدالت جس کے تحت مذکورہ جرم جدول دوئم کے کالم 8 میں سماعت کیا جانا مقصود ہو کرے گی۔

پس آئین اور قانون میں مروجہ احکامات کے تحت یہ ریاست کی ذمہ داری ہے کہ وہ یہ یقینی بنائے کہ ملک میں "توہین رسالتؐ" کا کوئی واقعہ رو پذیر نہ ہو۔ ایسے کسی جرم کے ارتکاب کی صورت میں صرف ریاست کو اختیار ہے کہ وہ قانون کی مشینری کو حرکت میں لائے اور ملزم کو بااختیار عدالت کے سامنے پیش کر کے اس کے خلاف قانون کے مطابق کارروائی کرے۔

یہ افراد یا گروہ کے اختیار میں نہیں ہے کہ وہ خود فیصلہ کریں کہ کوئی جرم دفعہ 295-C ت پ کے تحت سرزد کیا گیا ہے کہ نہیں۔ کیونکہ جیسا پہلے بیان کیا گیا یہ عدالت کی ذمہ داری ہے کہ مقدمے کی مکمل سماعت اور مصدقہ شہادتوں کو پرکھنے کے بعد اس قسم کا فیصلہ کرے۔ کوئی اور متوازی اتھارٹی کسی بھی قسم کے حالات میں کسی فرد یا گروہ کو نہیں دی جا سکتی۔ اسی وجہ سے عدالت ہذا نے قرار دیا ہے کہ "توہین کا ارتکاب انتہائی نازیبا اور غیر اخلاقی عمل ہے اور عدم

برداشت کو جنم دیتا ہے لیکن دوسری طرف، قابل سزا قرار دینے سے پہلے، توہین کے ارتکاب کے متعلق ایک جھوٹے الزام کو بھی پوری طرح سے پرکھا جانا ضروری ہے۔ اگر ہمارا مذہب اسلام توہین کے مرتکب شخص کے لیے سخت سزا تجویز کرتا ہے تو اسلام اس شخص کے خلاف بھی اتنا ہی سخت ہے جو جرم کے ارتکاب کے متعلق جھوٹا الزام لگائے۔ لہٰذا یہ اسلامی جمہوریہ پاکستان کی ریاست کی ذمہ داری ہے کہ وہ اس بات کو یقینی بنائے کہ کسی معصوم شخص کو جھوٹے الزام کی بنا پر تفتیش اور سماعت کا سامنا نہ کرنا پڑے۔" (بحوالہ: ملک محمد ممتاز قادری بنام ریاست) [PLD 2016 SC 17]

16۔ اس پس منظر میں اب ہم زیر نظر مقدمے کے حقائق کا جائزہ لیتے ہیں۔ زیر نظر مقدمے کی ابتداء ایف آئی آر نمبر 326 مورخہ 19-06-2009 کو زیر دفعہ 295-C تعزیرات پاکستان کے تحت درج شدہ پولیس اسٹیشن ننکانہ صاحب میں ہوئی جو کہ قاری محمد سلام (PW-1) کے ایماء پر درج کیا گیا جس نے بیان کیا کہ مورخہ 14-06-2009 کو اپیل گزار، مسماۃ آسیہ بی بی جو گاؤں کے عیسائی طبقے سے تعلق رکھتی ہے دیگر مسلمان خواتین جن میں معافیہ بی بی (PW-2)، آسماء بی بی (PW-3) اور یاسمین بی بی، متروک گواہ (Given Up PW) کے ساتھ فالسے کے کھیت (جو محمد ادریس (CW-1) کی ملکیت ہے) سے فالسے جمع کر رہی تھیں جہاں پر اپیل گزار نے نبی کریم حضرت محمد ﷺ کے متعلق توہین آمیز الفاظ استعمال کیے۔ مذکورہ گواہان استغاثہ نے وقوعہ کے متعلق شکایت گزار قاری محمد سلام کو مطلع کیا۔ جس نے مورخہ 19-06-2009 کو اپیل گزار کو ایک عوامی اجتماع میں طلب کیا اور وقوعہ کے متعلق معلومات حاصل کیں جہاں پر اپیل گزار نے اپنے جرم کا اقرار کیا اس کے بعد قاری محمد سلام نے پولیس کے پاس ایک درخواست دائر کی جس کی بناء پر مذکورہ ایف آئی آر کا اندراج ہوا۔

17۔ کارروائی کو آگے بڑھانے سے قبل یہ ظاہر کرنا ضروری ہے کہ مبینہ وقوعہ چونکہ مکروہ جرم

کے زمرے میں آتا ہے اور اس میں مذہبی جذبات کا عمل دخل ہے اس لیے اس واقعہ نے میڈیا (الیکٹرانک اور پرنٹ) کو متوجہ کیا اور عوام الناس میں اس واقعے سے متعلق انتہائی غم وغصہ پایا جاتا تھا۔

18۔ تفتیش کے لیے اپیل گزار کو گرفتار کر کے پولیس کی جانب سے اس کا چالان پیش کیا گیا اور ایڈیشنل ڈسٹرکٹ اینڈ سیشن جج، ننکانہ صاحب نے زیر دفعہ 295-C تعزیرات پاکستان کے تحت کارروائی کا آغاز کیا۔

19۔ دوران سماعت استغاثہ نے تقریباً سات گواہان پیش کیے جس میں قاری محمد سلام۔ شکایت گزار (PW-1) وقوعہ کے دو چشم دید گواہان یعنی معافیہ بی بی (PW-2) اور آسماء بی بی (PW-3)، ایک گواہ جس کے روبرو ماورائے عدالت اقبال جرم کیا گیا محمد افضل (PW-4) اور تین پولیس کے گواہان (PW-5 to PW-7) شامل ہیں۔ جب کہ استغاثہ کے گواہان یاسمین بی بی اور مختار احمد منحرف ہو گئے۔ اس کے بعد استغاثہ کی گواہی بند کر دی گئی۔ تاہم محمد ادریس جو کہ کھیتوں کا مالک تھا کو بطور عدالتی گواہ (CW-1) پرکھا گیا۔

20۔ اپیل گزار نے اپنا بیان دفعہ 342 ضابطہ فوجداری کے تحت ریکارڈ کروایا جس میں اس نے بالترتیب اپنے خلاف لگائے گئے الزامات کو رد کیا۔ مزید برآں اس نے یہ بھی بیان دیا کہ اسے اس مقدمے میں چشم دید گواہان نے بدنیتی سے پھنسایا ہے کیونکہ ان کے مابین میں پانی کے پلانے پر جھگڑا ہوا تھا جس کی بناء پر فریقین کے درمیان سخت الفاظ کا تبادلہ ہوا اور معاملہ یہاں تک پہنچا لیکن نہ تو اپیل گزار دفعہ (2) 340 ضابطہ فوجداری کے تحت برحلف اپنا بیان ریکارڈ کروانے کے لیے پیش ہوئی اور نہ ہی اس نے اپنے دفاع میں کوئی شہادت پیش کی۔

21۔ سماعت کے اختتام پر عدالت ابتدائی نے فیصلہ مورخہ 08-11-2010 کے تحت اپیل گزار کو زیر دفعہ 295-C مجرم قرار دیا اور موت کی سزا بمعہ ایک لاکھ روپے جرمانہ سنائی

گئی۔ جرمانے کی ادائیگی نہ کرنے کی صورت میں مجرمہ کو چھ ماہ قید مزید بھگتنا تھی۔ سزائے موت ریفرنس حوالہ نمبر 614/2010 (جس کو غلطی سے قتل کا ریفرنس تحریر کیا گیا) زیر دفعہ 374 ضابطۂ فوجداری عدالت سماعت کی جانب سے برائے توثیق سزائے موت عدالت عالیہ کو بھیجا گیا۔ جبکہ اپیل گزار نے اپنی سزا کو فوجداری اپیل نمبری 2509/2010 کے تحت چیلنج کیا۔

22۔ مجوزہ عدالت عالیہ نے اپیل کی سماعت کرنے اور ریفرنس کا جائزہ لینے کے بعد اپیل گزار کی اپیل خارج کر دی اور ریفرنس کا جواب مثبت میں دیا جس کے نتیجے میں درخواست گزار مسماۃ آسیہ بی بی کی سزائے موت کی توثیق ہو گئی۔ مذکورہ فیصلے کے خلاف اپیل گزار نے عدالت ہذا کی اجازت سے زیر نظر اپیل دائر کی جس میں مورخہ 22-07-2015 کو اجازت دی گئی تاکہ ریکارڈ پر موجود مواد اور شہادت کا جائزہ لیا جا سکے۔

23۔ اس دوران شکایت گزار کے وکیل کی جانب سے بیان کیا گیا کہ زیر نظر اپیل گیارہ روز کی تاخیر کے بعد داخل کی گئی ہے۔ لہٰذا یہ صرف اسی وجہ پر خارج کی جانی چاہیے۔ یہاں یہ بیان کیا جانا ضروری ہے کہ جب درخواست برائے اجازت اپیل داخل کی گئی، درخواست گزار جیل کے اندر موت کی کوٹھری میں قید تھی۔ موجودہ مقدمے میں چونکہ اپیل گزار کو موت کی سزا سنائی گئی ہے لہٰذا ہم یہ ضروری سمجھتے ہیں کہ موجودہ شہادتوں کا بھرپور طور پر جائزہ لیا جائے تاکہ اس کے خلاف دی گئی سزا اور اس کی وجوہات کی درستی کو جانچا جا سکے۔ مزید یہ کہ کیونکہ معاملے میں ایک خاتون کی زندگی اور موت کا سوال ہے اس لیے اپیل کو صرف قانون کی دوشگافیوں کی بنا پر فارغ نہیں کیا جا سکتا۔ لہٰذا اپیل کی دائری میں ہونے والی تاخیر سے صرفِ نظر کیا جاتا ہے۔

24۔ اپیل گزار کا مؤقف یہ ہے کہ وقوعہ کے دن اپیل گزار اور دونوں چشم دید گواہان مسماۃ معافیہ بی بی (PW-2) اور آسماء بی بی (PW-3) کے درمیان کھیت میں جو محمد ادریس کی

ملکیت ہے پانی پلانے پر جو کہ اپیل گزار دے رہی تھی کے معاملے پر جھگڑا ہوا تھا، اپیل گزار کی پانی پلانے کی درخواست اس بناء پر رد کر دی گئی تھی کہ وہ ایک عیسائی خاتون ہے اور وہ اس کے ہاتھ سے کبھی پانی نہیں پی سکتیں۔ اس معاملے پر فریقین کے مابین بحث و تکرار اور سخت لفظوں کا تبادلہ ہوا اور جھگڑے کے نتیجے میں ان خواتین نے شکایت گزار قاری محمد سلام کے ساتھ مل کر معاملے کو غلط رنگ دیا اور اپیل گزار کو اس جھوٹے مقدمے میں پھنسا دیا۔ مزید برآں مبینہ ماورائے عدالت اقبال جرم بھی آزادانہ نہ تھا بلکہ زبردستی اور دباؤ کے تحت حاصل کیا گیا تھا کیونکہ شکایت گزار نے اپیل گزار کو زبردستی عوامی مجمع کے سامنے کھڑا کیا جو کہ اسے مارنے کے در پہ تھے۔ لہٰذا اس اقبالی بیان کی بناء پر سزا نہیں دی جا سکتی۔ مزید یہ کہ ایف آئی آر کی دائری میں پانچ دن کی تاخیر کی گئی جو کہ شدید شک کو ہوا دیتی ہے اور گواہان کی ساکھ پر شبہ کا سوال اٹھاتی ہے بلکہ درحقیقت سوچ بچار کے بعد گواہان کی جانب سے ایک جھوٹی کہانی گھڑی گئی اور پولیس کو اطلاع دی گئی۔ مزید یہ کہ پولیس کو دی گئی شکایت ایک وکیل نے تحریر کی۔ اپیل گزار نے اپنے دفعہ 342 ضابطۂ فوجداری کے تحت دیئے گئے بیان میں نبی کریم ﷺ اور قرآن کریم کے بارے میں مکمل تعظیم کا اظہار کیا اور اس نے یہ بھی بیان کیا کہ وہ تفتیشی افسر کے سامنے بائبل پر حلف اٹھانے کو تیار ہے تاکہ اپنی معصومیت ثابت کر سکے، لیکن تفتیشی افسر نے ایسا کرنے کی اجازت نہیں دی۔ لہٰذا بے گناہ ہونے کی وجہ سے اپیل گزار کو بری کیا جانا چاہیے۔ مزید یہ کہ ایف آئی آر کے اندراج کے لیے وفاقی اور صوبائی حکومت سے پیشگی اجازت نہیں لی گئی۔

25۔ یہاں پر سب سے پہلے ہم متعلقہ حکومت سے اجازت کے بغیر شروع کی گئی کارروائی کی قانونی حیثیت کو پرکھیں گے۔ اس ضمن میں یہ اہم ہے کہ ضابطۂ فوجداری کی دفعہ 196 کے تحت کوئی بھی عدالت دفعہ 295-A تعزیرات پاکستان کے تحت سرزد کردہ جرائم کی سماعت کا آغاز نہیں کر سکتی جب تک کہ اس ضمن میں شکایت وفاقی اور صوبائی حکومت کی

کسی مجاز اتھارٹی یا کسی افسر جس کو اس ضمن میں، مذکورہ حکومتوں کی جانب سے اختیار دیا گیا ہو، نے دائر کی ہو۔ لیکن ایسی کوئی ضرورت مجموعۂ تعزیرات پاکستان کی دفعہ 295-C کے تحت سرزد کردہ جرم کے خلاف کارروائی کے آغاز کے لیے نہیں ہے۔ مزید یہ کہ درخواست گزار کے وکیل نے اس بات پر زور دیا کہ ضابطۂ فوجداری کی دفعہ 156-A کے تحت جب دفعہ 295-C ت پ کے جرم کا ارتکاب ہو تو سپریڈنٹ پولیس سے کم درجے کا افسر مقدمے میں تفتیش کرنے کا مجاز نہیں۔ موجود معاملے میں چونکہ یہ ظاہر ہے کہ معاملے کی تحقیق و تفتیش محمد ارشد، سب انسپکٹر (PW-7) کو سونپی گئی جس نے دفعہ 161 ضابطۂ فوجداری کے تحت گواہان کے بیان ریکارڈ کیے، نقشۂ موقع تیار کیا اور ملزمہ کو گرفتار کیا۔ لہٰذا دفعہ 156-A ضابطۂ فوجداری میں مروجہ طریقے کی خلاف ورزی کی گئی۔ یہاں یہ بیان کرنا ضروری ہے کہ اگرچہ ابتداء میں تفتیش سب انسپکٹر کے سپرد کی گئی تھی لیکن بعدازاں مراسلہ مورخہ 26-06-2009 کے تحت تحقیق محمد امین بخاری، ایس پی انوسٹی گیشن کے سپرد کر دی گئی جنھوں نے اس کو مکمل کیا۔ لہٰذا مذکورہ نقص کی تصحیح ہو گئی۔

26۔ مسؤل الیہان کی جانب سے اس امر کا اعادہ کیا گیا کہ اپیل گزار نے انتہائی کریہہ جرم سرزد کیا ہے جس کی وجہ سے مسلمانوں کے جذبات بھڑک اٹھے ہیں، لہٰذا وہ اس عدالت سے کسی قسم کی نرمی کی مستحق نہیں۔ ایف آئی آر کی دائری میں پانچ روز کی تاخیر سے متعلق جو وضاحت عدالت کو دی گئی اس کے مطابق یہ تاخیر معاملے کی نزاکت اور اہمیت کی وجہ سے تھی۔ چونکہ لگائے گئے الزامات انتہائی سنجیدہ نوعیت کے تھے جن کے بارے میں شکایت گزار نے پہلے خود تصدیق کی اور حالات کا جائزہ لینے کے بعد اور معاملے کو پولیس کے سپرد کیا۔ دونوں چشم دید گواہان جن کی موجودگی میں اپیل گزار کی جانب سے توہین آمیز بیان دیا گیا کو مقدمے کے اہم اور فیصلہ کن امور پر دوبارہ جرح نہیں کیا گیا۔ لہٰذا ابتدای اختیار سماعت کی عدالت نے اپیل گزار کو صحیح معنوں میں مجرم ٹھہرا کر

سزا کا مستوجب قرار دیا ہے۔

27۔ اپیل گزار کے فاضل وکلاء، ایڈیشنل پروسیکیوٹر جنرل اور شکایت گزار کے فاضل وکیل کو سنا گیا اور ان کی معاونت سے موجودہ ریکارڈ کا جائزہ لیا گیا۔

28۔ استغاثہ کا مقدمہ مکمل طور پر دو خواتین مسماۃ معافیہ بی بی (PW2) اور اسماء بی بی (PW3) اور اپیل گزار کے ماورائے عدالت اقبال جرم کے گرد گھومتا ہے۔ مذکورہ (استغاثہ کی گواہان) نے بیان دیا کہ اپیل گزار نے دیگر مسلم خواتین کی موجودگی میں نبی کریم ﷺ کی ذات اقدس کے متعلق توہین آمیز الفاظ بولے۔ یہاں یہ بیان کرنا ضروری ہے کہ بلاشبہ FIR کے مندرجات اور گواہان کے بیانات سے ظاہر ہے کہ جب توہین آمیز الفاظ ادا کیے گئے وہاں 25 سے 36 خواتین موجود تھیں جبکہ سوائے معافیہ بی بی (PW2) اور آسماء بی بی (PW3) کسی نے معاملے کی اطلاع نہ دی۔ اس امر کا بیان کرنا بھی ضروری ہے کہ مذکورہ خواتین استغاثہ کے موقف کی تائید کے لیے عدالت میں بھی پیش نہیں ہوئیں۔ دیگر خواتین میں سے ایک یاسمین بی بی (متروک گواہ استغاثہ) جو کہ ابتداء میں گواہان کی فہرست میں شامل تھی لیکن گواہی کے لیے کٹہرے میں نہیں بلائی گئی اور بالآخر اس کی گواہی کو ترک کر دیا گیا۔ یہ سب استغاثہ کی کہانی میں شک کو جنم دیتا ہے تاہم اہم گواہان کے بیانات کا تفصیلی جائزہ لیا جانا ضروری ہے تا کہ حتمی طور پر کسی حتمی اور مبنی بر انصاف نتیجے پر پہنچا جا سکے۔ جبکہ اپیل گزار کے زیر دفعہ 342 ضابطہ فوجداری دیئے گئے بیان کی رو سے یہ عیاں ہے کہ اس نے اپنے اوپر عائد الزامات کی تردید درج ذیل الفاظ میں کی۔

''میں ایک شادی شدہ خاتون اور دو بچوں کی ماں ہوں میرا خاوند ایک غریب مزدور ہے میں محمد ادریس کے کھیتوں میں دیگر کئی خواتین کے ہمراہ روزانہ کی اجرت کے عوض فالسے چننے جایا کرتی تھی۔ مبینہ وقوعہ کے روز میں دیگر کئی خواتین کے ہمراہ کھیتوں میں کام کر رہی تھی۔ مسماۃ معافیہ اور مسماۃ اسماء بی بی (گواہان

استغاثہ) کے ساتھ پانی بھر کے لانے پہ جھگڑا ہو گیا جو میں نے ان کو پیش کرنا چاہا لیکن انھوں نے یہ کہہ کر منع کر دیا چونکہ میں عیسائی ہوں اس لیے وہ کبھی بھی میرے ہاتھ سے پانی نہیں پیئے گی اس بات پر میرے اور استغاثہ کی گواہان خواتین کے درمیان جھگڑا ہوا اور کچھ سخت الفاظ کا تبادلہ ہوا۔ اس کے بعد استغاثہ کی گواہان قاری سلام/ شکایت گزار تک اس کی بیوی کے ذریعے پہنچی جو ان دونوں خواتین کو قرآن پڑھاتی تھی، ان استغاثہ کے گواہان نے قاری سلام سے مل کر سازش کے تحت میرے خلاف ایک جھوٹا مقدمہ گھڑا۔ میں نے پولیس کو کہا کہ میں بائیبل پر حلف اٹھانے کو تیار ہوں کہ میں نے کبھی حضرت محمد ﷺ کے متعلق توہین آمیز الفاظ بیان نہیں کیے۔ میں قرآن اور اللہ کے پیغمبر ﷺ کے لیے دل میں عزت اور احترام رکھتی ہوں لیکن چونکہ پولیس بھی شکایت گزار سے ملی ہوئی تھی اس لیے پولیس نے مجھے اس مقدمے میں غلط طور پر پھنسایا۔ استغاثہ کی گواہان سگی بہنیں ہیں اور اس مقدمے میں مجھے بدنیتی سے پھنسانے میں دلچسپی رکھتی ہیں کیونکہ ان دونوں کو میرے ساتھ جھگڑے اور سخت الفاظ کے تبادلے کی وجہ سے بے عزتی اور ذلت کا سامنا کرنا پڑا تھا۔ قاری سلام/ شکایت گزار بھی مقدمے میں اپنا مفاد رکھتا ہے کیونکہ یہ دونوں خواتین اس کی زوجہ سے قرآن پڑھتی رہیں تھیں۔ میرے آباؤ اجداد اس گاؤں میں قیام پاکستان سے رہائش پذیر ہیں۔ میں بھی تقریباً چالیس برس کی ہوں۔ وقوعے سے پہلے ہمارے خلاف کبھی بھی اس قسم کی کوئی شکایت نہیں کی گئی۔ میں عیسائی مذہب سے تعلق رکھتی ہوں اور گاؤں میں رہتی ہوں لہٰذا اسلامی تعلیمات سے نابلد ہونے کی وجہ سے میں کیسے اللہ کے نبی ﷺ اور الہامی کتاب یعنی قرآن پاک کے بارے میں توہین آمیز الفاظ استعمال کرتے ہوئے بے ادبی کی مرتکب ہو سکتی ہوں۔ استغاثہ کا گواہ ادریس بھی ایسا گواہ ہے جو مقدمے میں اپنا مفاد رکھتا ہے کیونکہ اس کا

متذکرہ بالا خواتین سے قریبی تعلق ہے۔"

29۔ اس حقیقت سے کوئی انکار نہیں کہ FIR پانچ دنوں کی تاخیر سے درج کی گئی اس ضمن میں تاخیر کا ایک ہی عذر جو شکایت گزار نے پیش کیا وہ یہ ہے کہ وقوعہ 14-06-2009 کو رونما ہوا لیکن اس کی اطلاع شکایت گزار کو معافیہ بی بی (PW2)، اسماء بی بی (PW3) اور یاسمین بی بی (متروک گواہ استغاثہ) نے مورخہ 16-06-2009 کو دی۔ 16-06-2009 سے 19-06-2009 تک وہ اور علاقے کے دیگر افراد وقوعے کے متعلق تحقیقات کرتے رہے اور مکمل اطمینان کے بعد کے وقوعہ روپذیر ہوا ہے وہ معاملہ پولیس کے علم میں لائے تاکہ FIR درج کی جا سکے۔ اس ضمن میں شکایت گزار کے فاضل وکیل نے عدالت ہذا کے مقدمات زر بہادر بنام ریاست (1978 SCMR 136) اور شیراز اصغر بنام ریاست (1995 SCMR 1369) کا حوالہ دیتے ہوئے زور دیا کہ FIR کے اندراج میں ہونے والی تاخیر تمام مقدمات میں مہلک نہیں ہوتی کیونکہ یہ مصدقہ اور قابل اعتبار آنکھوں دیکھی اور واقعاتی شہادت کو ساکت یا ضائع نہیں کرتی۔ مذکورہ دلیل سے کوئی اختلاف نہ ہے۔ تاہم یہ مشاہدے میں آیا ہے کہ بلا کسی جواز کے عدالت نے ہمیشہ FIR کے اندراج میں تاخیر کو مہلک سمجھا ہے جو استغاثہ کی کہانی میں شک کا موجب ہوتا ہے جس کی وجہ سے ملزم کو شک کا فائدہ پہنچتا ہے۔ عدالت ہذا کی جانب سے ہمیشہ یہ قرار دیا جاتا رہا ہے کہ FIR استغاثہ کے مقدمے کی اساس ہوتی ہے جو کہ مقدمے میں ملوث افراد کے خلاف ان کے گناہ کو ثابت کرنے کے سلسلے میں استغاثہ کی بنیاد ہوتی ہے۔ پس FIR کا کردار انتہائی مرکزی ہوتا ہے۔ اگر FIR کے اندراج اور تفتیش کے شروع ہونے میں تاخیر ہوتی ہے تو یہ شک کو جنم دیتی ہے جس کا فائدہ بلاشبہ ملزم کے سوا کسی اور کو نہیں دیا جا سکتا۔ مزید برآں ابتدائی تفتیش کے بعد FIR درج کرنے سے اس کی شہادتی اہمیت ختم ہو جاتی ہے۔ حوالہ: افتخار حسین اور دیگر ان بنام ریاست [2004 SCMR 1185]۔ اس ضمن

میں ذیشان عرف شانی بنام ریاست[2012 SCMR 428] کا مقدمہ قابل ذکر ہے۔ جس میں قرار دیا گیا ہے کہ FIR کے اندراج میں ایک گھنٹے سے زیادہ کی تاخیر اس استدلال کو مستند کرتی ہے کہ وقوعہ اس انداز میں رونپذیر نہیں ہوا جس طور پر استغاثہ نے اس کا نقشہ کھینچا ہے اور استغاثہ کی کہانی کو حقیقت کا رنگ دینے کی کوشش کی گئی ہے جو کہ استغاثہ کا کیس ثابت نہ ہوتا ہے۔ اس قسم کی تاخیر اس لیے مزید سنگین تھی جب کہ متعلقہ تھانہ جائے وقوعہ سے پختہ سڑک کے ذریعے متصل اور لیکن گیارہ کلومیٹر کے فاصلے پر تھا۔ مقدمہ نور محمد بنام ریاست (2010 SCMR 1997) میں قرار دیا گیا کہ جب استغاثہ FIR کے اندراج میں ہونے والی بارہ گھنٹے کی تاخیر کے متعلق کوئی مناسب جواز نہیں پیش کر پائی تو اس سے ثابت ہوتا ہے کہ یہ تاخیر مقدمے کے متعلق مشورہ لینے اور تیاری کی وجہ سے ہوئی لہٰذا یہ امر استغاثہ کے مقدمے کے لیے مہلک ثابت ہوتا ہے۔ مقدمہ محمد فیاض خان بنام اجمیر خان(2010 SCMR 105) میں قرار دیا گیا کہ جب شکایت خاصی تاخیر کے بعد درج کی جائے اور اس تاخیر کی کوئی وضاحت شکایت گزار دینے سے قاصر ہو تو ان حالات میں اس شکایت کی سچائی پر شک پیدا ہوتا ہے۔ پس ہمارے خیال میں مقدمہ ہٰذا کے حالات و واقعات کی روشنی میں استغاثہ کی جانب سے دیا گیا تاخیر کا عذر معقول نہیں ہے۔ معاملے کا ایک اہم پہلو یہ ہے کہ شکایت گزار (PW1) نے اپنے بیان میں قبول کیا ہے کہ FIR کے اندراج کی درخواست ایک وکیل نے لکھی تھی لیکن وہ اس کا نام نہیں بتا سکتا۔ یہ امر بھی FIR میں درج کہانی کی سچائی پر سوال اٹھاتا ہے۔

30۔ اس کے علاوہ استغاثہ کے گواہان کے بیان میں بہت سے تضادات اور اختلافات ہیں۔ یہاں تک کہ معافیہ بی بی (PW2) کا ضابطہ فوجداری کی دفعہ 161 کے تحت دیئے گئے بیان اور دوران جرح دیئے گئے بیان میں فرق پایا گیا: اولاً، اپنی جرح کے دوران اس نے بتایا کہ عوامی اجتماع میں تقریباً 1000 سے زائد لوگ موجود تھے لیکن اس کے سابقہ

بیان میں یہ نہیں بتایا گیا: دوئم، جرح کے دوران اس نے کہا عوامی اجتماع اس کے والد کے گھر پر ہوا تھا جب کہ یہ بات بھی اس کے سابقہ بیان کا حصہ نہ تھی: سوئم، دوران جرح اس نے بیان دیا کہ بہت سے علماء عوامی اجتماع کا حصہ تھے لیکن یہ بات بھی اس کے سابقہ بیان میں شامل نہ تھی۔ اسی طرح اسماء بی بی (PW3) بھی اپنے ضابطہ فوجداری کی دفعہ 161 کے دیئے گئے بیان سے انحراف کرتی رہی: اولاً، اس نے جرح کے دوران بیان دیا کہ عوامی اجتماع اس کے پڑوسی رانا رزاق کے گھر میں ہوا لیکن اس بات کا ذکر اس کے سابقہ بیان میں نہ تھا: دوئم، جرح کے دوران اس نے کہا کہ عوامی اجتماع میں 2000 سے زائد لوگ شریک تھے لیکن اس بات کا تذکرہ اس کے سابقہ بیان میں نہ تھا۔ محمد افضل (PW4) نے بھی اپنے ضابطہ فوجداری کی دفعہ 161 کے تحت انحراف کیا جب اس سے جرح کی گئی پہلے اس نے اپنے سوال ابتدائی میں کہا کہ وہ گھر میں موجود تھا جب استغاثہ کی گواہ خواتین شکایت گزار اور مختار احمد کے ہمراہ آئیں اور انھوں نے وقوعے کے متعلق تمام تفصیل اس کو بتائی لیکن اس امر سے متعلق تذکرہ اس کے سابقہ بیان میں نہیں ملتا۔ دوئم اپنے بیان ابتدائی (Examination in Chief) میں اس نے بیان دیا کہ عوامی اجتماع مختار احمد کے گھر میں ہوا لیکن یہ اس کے سابقہ بیان میں نہیں بتایا گیا۔ قاری محمد سلام (شکایت گزار (PW1) نے بھی FIR کے اندراج کے لیے دی گئی اپنی درخواست کے حقائق میں ردوبدل کیا۔ اولاً بیان ابتدائی (Examination in Chief) میں اس نے کہا کہ معافیہ بی بی (PW2)، اسماء بی بی (PW3) اور یاسمین بی بی (متروک گواہ) اس کو وقوعے کی اطلاع دینے کے لیے آئیں تو وہ گاؤں میں موجود تھا اور اس وقت محمد افضل اور محمد مختار بھی موجود تھے جبکہ اپنی شکایت میں اس نے بیان کیا کہ معافیہ بی بی (PW2) اسماء بی بی (PW3) اور یاسمین بی بی (متروک گواہ) نے اسے اور گاؤں کے دوسرے لوگوں کو وقوعے کی اطلاع دی۔ دوئم اس

نے مزید بیان دیا کہ عوامی اجتماع مختار احمد کے گھر پر ہوا لیکن اس بات کا ذکر اس کی شکایت میں نہیں تھا۔ سوئم اس نے بیان دیا کہ اپیل گزار کو عوامی اجتماع میں لایا گیا لیکن اس کا اظہار اس کی شکایت میں کہیں بھی نہیں۔ جو کہ یہ غیر مسابق بیانات استغاثہ کی شہادتوں کو کمزور کرتے ہیں۔

31۔ گواہان کے یہ متضاد اور غیر مسابق بیانات درج ذیل سوالات کی بابت استغاثہ کی شہادت میں شکوک پیدا کرتے ہیں:۔

ا) شکایت گزار کو وقوعے کے بارے میں اطلاع کس نے دی؟

ب) اپیل گزار کے جرم ہذا کے ارتکاب کا انکشاف کے وقت وہاں کون کون موجود تھا؟

ج) عوامی اجتماع کے وقت وہاں کتنے لوگ موجود تھے؟

د) عوامی اجتماع کہاں منعقد کیا گیا؟

ہ) عوامی اجتماع کی جگہ سے اپیل گزار کے گھر کے درمیان فاصلہ کتنا تھا؟ اور

و) اپیل گزار کو عوامی اجتماع تک کون لایا اور اسے کیسے لایا گیا؟

32۔ پہلے دو معاملات کے متعلق مثلاً کس نے شکایت گزار کو وقوعے کی اطلاع دی اور مذکورہ انکشاف کے وقت کون کون موجود تھا یہ بیان کیا جانا ضروری ہے کہ FIR میں مبہم انداز میں لکھا گیا ہے کہ اسماء بی بی (PW3)، معافیہ بی بی (PW2) اور یاسمین بی بی (متروک گواہ) نے مبینہ وقوعہ کی اطلاع شکایت گزار اور دیگر گاؤں والوں کو دی جب کہ معافیہ بی بی (PW2) نے اپنے بیان ابتدائی (Examination in Chief) میں بیان کہا کہ اس نے تمام کہانی قاری سلام (شکایت گزار PW1) اور دیگران کو سنائی تاہم جرح کے دوران اس نے قطعی طور پر یہ بیان دیا کہ معاملے کی اطلاع قاری محمد سلام (شکایت گزار/PW1) کو اس کی بہن اسماء بی بی (PW3) جو شکایت گزار کی بیوی کی شاگرد تھی نے 14-06-2009 کو یعنی وقوعے کے روز شام کو دی۔ اسماء بی بی (PW3) نے اپنے ابتدائی بیان (Examination in Chief) میں کہا کہ اس نے

بہمراہ دیگر گواہان استغاثہ قاری محمد سلام (شکایت گزار/PW1) کو وقوعے کی اطلاع دی اور محمد افضل اور مختار بھی وہاں پر موجود تھے۔ محمد افضل (PW4) نے اپنے بیان ابتدائی (Examination in Chief) میں کہا کہ وہ اپنے گھر میں تھا جب معافیہ بی بی (PW2) اسماء بی بی (PW3) اور یاسمین بی بی (متروک گواہ) بہمراہ قاری محمد سلام (شکایت گزار) اور مختار احمد وہاں آئے اور انھوں نے تمام وقوعے کے بارے میں اسے بتایا۔ قاری محمد سلام شکایت گزار (PW1) نے اپنے سوال ابتدائی (Examination in Cheif) میں بیان دیا کہ وہ اپنے گاؤں میں تھا جب اسماء بی بی (PW3)، معافیہ بی بی (PW2) اور یاسمین بی بی (متروک گواہ) اس کے پاس آئیں اور اسے واقعے کی اطلاع دی اس وقت محمد افضل اور محمد مختار دیگر گاؤں والوں کے ہمراہ وہاں موجود تھے۔ پس یہ ظاہر ہے کہ اس ضمن میں گواہان کے بیان میں مطابقت نہ ہے۔

33۔ اس معاملے کے متعلق کہ عوامی اجتماع میں کتنے لوگ شامل تھے یہ امر اہم ہے کہ PW1 نے بیان دیا کہ عوامی اجتماع پانچ مرلے کے ایک گھر میں منعقد کیا گیا اور وہاں تقریباً 100 افراد موجود تھے۔ جبکہ PW2 نے بیان دیا کہ عوامی اجتماع میں 1000 کے قریب لوگ تھے۔ جبکہ PW3 نے بیان دیا کہ وہاں 2000 سے زائد لوگ موجود تھے اس کے علاوہ PW4 نے بیان دیا کہ تقریباً 200 سے 250 تک افراد عوامی اجتماع کا حصہ تھے۔ پس اس ضمن میں بھی گواہان کے بیان میں اتفاق نہ تھا۔

34۔ اس سوال کے متعلق کہ عوامی اجتماع کہاں منعقد کیا گیا؟ یہ بیان کرنا ضروری ہے کہ شکایت گزار PW1 نے جرح کے دوران بیان دیا کہ عوامی اجتماع مختار احمد کے گھر میں منعقد کیا گیا، جبکہ (PW2) نے دوران جرح بیان دیا کہ عوامی اجتماع اس کے والد عبدالستار کے گھر ہوا، جبکہ (PW3) نے دوران جرح بیان دیا کہ عوامی اجتماع رانا رزاق کے گھر میں ہوا، تاہم (PW4) نے دوران جرح بیان دیا کہ عوامی اجتماع مختار احمد کے گھر پر منعقد ہوا اس کے علاوہ اس ضمن میں ایک نام عدالتی گواہ (CW1) نے بھی لیا۔ جس نے دوران جرح بیان دیا کہ عوامی اجتماع حاجی علی احمد کے ڈیرے پر منعقد ہوا۔ لہٰذا اس معاملے پر بھی گواہان کے بیانات میں بھی خاصا تضاد پایا جاتا ہے۔

35۔ اپیل گزار کے گھر سے عوامی اجتماع کی جگہ کے فاصلے سے متعلق یہ امر اہم ہے کہ (PW2) نے کچھ نہیں بتایا جبکہ (PW3) نے دوران جرح بتایا کہ اپیل گزار کا گھر عوامی اجتماع کی جگہ سے تین گھروں کے فاصلے پر تھا۔ تاہم (PW4) نے جرح کے دوران بیان دیا کہ اپیل گزار کا گھر عوامی اجتماع کی جگہ سے تقریباً 200 سے 250 گز کے فاصلے پر تھا۔ جبکہ شکایت گزار (PW1) نے اپیل گزار کے گھر اور عوامی اجتماع کی جگہ کے درمیان فاصلے کو ظاہر نہیں کیا۔ اس کے باوجود عدالتی گواہ (CW1) کے مطابق اپیل گزار کا گھر اس ڈیرے کے سامنے ہے جہاں عوامی اجتماع منعقد کیا گیا۔ پس اس ضمن میں بھی گواہان کے بیان میں خاصا تضاد ہے۔

36۔ اس معاملے کی بابت کہ اپیل گزار کو عوامی اجتماع میں کون لایا اور وہ وہاں کیسے پہنچے، یہ امر اہم ہے کہ (PW2) نے بیان دیا کہ اسے یاد نہیں کہ اپیل گزار کو عوامی اجتماع میں کون لایا لیکن وہ اس کے گاؤں کا رہائشی ہی تھا جبکہ (PW3) نے بیان دیا کہ اپیل گزار کو گاؤں کے لوگوں نے عوامی اجتماع میں بلایا جہاں وہ پیدل چل کر آئی جب کہ جو لوگ اسے لے کر آئے وہ لوگ بھی پیدل تھے۔ تاہم (PW4) نے کہا کہ مشتاق احمد اپیل گزار کو عوامی اجتماع میں لایا جبکہ شکایت گزار (PW1) نے بیان دیا کہ گاؤں کے لوگ اپیل گزار کے گھر گئے اور اس کو عوامی اجتماع میں دو موٹر سائیکلز پر لائے۔ ان لوگوں میں مدثر نامی ایک شخص بھی شامل تھا۔ پس اس ضمن میں بھی گواہان کے بیان میں خاصا تضاد ہے۔

37۔ گواہان نے عوامی اجتماع کے وقت اور دورانیے کے متعلق بھی متضاد بیان دیا۔ (PW2) نے کہا کہ یہ جمعہ کے روز بارہ بجے منعقد ہوا اور اس کا دورانیہ 15 سے 20 منٹ تک تھا۔ (PW3) نے بیان دیا کہ عوامی اجتماع بارہ بجے دوپہر کو منعقد ہوا اور پندرہ منٹ تک جاری رہا۔ (PW4) نے بیان دیا کہ گیارہ سے بارہ بجے دوپہر منعقد کیا گیا اور دو سے ڈھائی گھنٹے جاری رہا۔ جبکہ شکایت گزار (PW1) نے اجتماع کے وقت اور دورانیے کے متعلق کوئی بیان نہیں دیا لہٰذا یہاں پر بھی گواہان کے بیانات میں اختلاف ہے۔

38۔ ایک مزید تضاد جو استغاثہ کے گواہان اور شکایت گزار کے بیانات میں پایا گیا ہے وہ یہ ہے کہ دیگر استغاثہ کہ گواہان نے بیان دیا کہ معاملہ شکایت گزار کے علم میں اسی دن (جس دن وقوعہ رونما ہوا) یعنی 14-06-2009 کو لایا گیا جبکہ شکایت گزار نے اپنی جرح کے دوران بیان دیا کہ اسے وقوعے کے بارے میں 16-06-2009 کو پتہ چلا۔

39۔ یہاں پر پولیس کو درخواست دینے اور FIR کے اندراج کے بارے میں بھی خاصا تضاد پایا جاتا ہے۔ FIR کے آخر میں درج ہے کہ FIR مہدی حسن سب انسپکٹر نے "پل نہر چندر کوٹ" پر درج کی اور اندراج کا وقت پانچ بج کر پینتالیس منٹ دیا گیا ہے۔ اس کے برعکس شکایت گزار (PW1) نے اپنے بیان میں کہا ہے کہ متعلقہ تھانے کے ایس ایچ او کو درخواست دی گئی جس کے بعد ایف آئی آر درج کی گئی۔ تاہم محمد رضوان (PW5) نے بیان دیا کہ شکایت گزار نے اس کے روبرو درخواست (Exh-PA) دی جس کی بناء پر اس نے مروجہ طور پر FIR (Exh-PA/1) کا اندراج کیا۔

40۔ ملزم کی گرفتاری سے متعلق بھی کچھ تضاد محمد ارشد، سب انسپکٹر (PW-7) کے بیان میں پایا جاتا ہے۔ جیسا کہ اس (PW-7) نے اپنی جرح کے دوران بیان دیا کہ ملزم کو اس نے دو ساتھی خواتین کانسٹیبل کی مدد سے جوڈیشل مجسٹریٹ کی موجودگی میں گرفتار کیا اور اسے جوڈیشل لاک اپ میں بھیج دیا۔ پھر جرح کے دوران یہ بیان کیا گیا کہ اس نے ملزمہ کو 19-06-2009 کو اس کے گھر جو دیہات "اٹاں والی" میں واقع ہے یہ تقریباً شام کے چار پانچ بجے کے قریب گرفتار کیا، تاہم بعدازاں ایک اور موقع پر اس نے کہا کہ وہ دیہات اٹاں والی تقریباً 7 بجے کے قریب پہنچا اور وہاں ایک گھنٹے تک رکا۔ مزید برآں (PW-2) اور (PW-3) نے اپنے بیانات میں اس امر سے قطعی انکار کیا کہ ان کے اور اپیل گزار کے مابین اپیل گزار کی جانب سے توہین آمیز الفاظ کی ادائیگی سے قبل پانی پلانے کے معاملے پر کوئی جھگڑا ہوا تھا۔ جب کہ (PW-6) اور (CW-1) نے اپنے بیانات میں قبول کیا کہ ان کے مابین جھگڑا ہوا تھا جب کہ

جھگڑے کی حقیقت ریکارڈ سے ثابت شدہ ہے۔ استغاثہ نے (PW-6) کو منحرف گواہ قرار نہیں دیا۔ دریں حالات استغاثہ کے گواہان کو صادق گواہان نہیں کہا جا سکتا اور ان چشم دید گواہان کی گواہی کی بناء پر جو ویسے بھی مقدمے میں اپنا مفاد رکھتے ہوں کی گواہی پر سزائے موت نہیں دی جا سکتی۔

41۔ یہ تمام متضاد بیانات استغاثہ کی جانب سے بتائے گئے حقائق کی صداقت پر شبہات پیدا کرتے ہیں جس سے اپیل گزار شک کے فائدے کی حقدار بن جاتی ہے۔ یہ قانون ایک مستند اصول ہے کہ کسی بھی شک کی صورت میں ملزم کو شک کا فائدہ دیا جانا چاہیے جس سلسلے میں یہ بھی ضروری نہیں ہے کہ بہت سے ایسے حالات ہوں جو بے یقینی پیدا کر رہے ہوں بلکہ اگر کوئی ایک امر ایسا ہو جو عاقل دماغ میں ملزم کے جرم کے متعلق معقول شبہ پیدا کرتا ہو تب بھی وہ اس کا فائدہ لینے کا حقدار ہوگا، کسی رعایت کی صورت میں نہیں بلکہ ایک حق کی صورت میں، اس ضمن میں مقدمات طارق پرویز بنام ریاست [1995 SCMR 1345] اور ایوب مسیح بنام ریاست [PLD 2002 SC 1048] کا حوالہ دینا مناسب ہوگا۔ پس یہ ثابت ہے کہ اپیل گزار شک کے فائدے کا حق رکھتی ہے۔

42۔ اس معاملے کا ایک اور پہلو بھی ہے۔ ابتدائی سماعت کی فاضل عدالت نے سزایاب اپیل گزار کے ماورائے عدالت اعتراف جرم کے متعلق گواہان کی شہادت پر انحصار کیا۔ لیکن فاضل عدالت عالیہ نے ماورائے عدالت اقبال جرم کو اس وجہ سے قابل غور نہ سمجھا کیونکہ ماورائے عدالت اقبال کی جو شہادت گواہان یعنی قاری محمد سلام (PW-1)، محمد افضل (PW-4) اور محمد ادریس (CW-1) نے عوامی اجتماع میں اپنے جرم کا اقبال کرنے کے متعلق دی تھی اس کو ماورائے عدالت اقبال متصور نہیں کیا جا سکتا۔ کیونکہ اس اقبال جرم میں کسی خاص وقت، تاریخ یا جرم کے ارتکاب کا طریقۂ کار کا ذکر موجود نہ ہے۔ اور مزید مذکورہ اقبال جرم میں کسی ایسے حالات کا تذکرہ بھی نہ ہے جن کی وجہ سے اپیل گزار نے مبینہ جرم کا ارتکاب کیا۔ اس ضمن میں اس امر کا اعادہ کیا جانا ضروری ہے

کہ عدالت نے مسلسل قرار دیا ہے کہ ماورائے عدالت اقبال جرم ضعیف قسم کی شہادت ہوتی ہے اور ایسے اقبال جرم پر انحصار کرتے ہوئے حد درجے احتیاط لازم ہے۔ چونکہ اس کو آسانی سے گھڑا جا سکتا ہے اس لیے اسے ہمیشہ شک و شبہ کی نظر سے دیکھا جاتا ہے۔ عمومی طور پر قدرتی حالات و واقعات، انسانی رویوں، طرز عمل اور ممکنات کو مدنظر رکھتے ہوئے ماورائے عدالت اقبال کی قانونی اہمیت قدرے ناقص ہوتی ہے۔ اگر یہ اولین درجے پر سچ محسوس ہو تو اس کو فرد جرم کی تائید کے لیے استعمال کیا جا سکتا ہے۔ جس کو دیگر نا قابل مواخذہ گواہی سے مزید تقویت ملتی ہو۔ اگر دیگر شہادتوں میں یہ خواص نہ ہوں تو اس پر توجہ نہیں دی جانی چاہیے۔ اس ضمن میں ان مقدمات کا حوالہ دیا جانا ضروری ہے۔ ناصر جاوید بنام ریاست [2016 SCMR 1144]، عظیم خان اور دیگر بنام مجاہد خان اور دیگران [2016 SCMR 274]، عمران عرف ڈلی بنام ریاست [2015 SCMR 155]، حامد ندیم بنام ریاست [2011 SCMR 1233]، محمد اسلم بنام صابر حسین [2009 SCMR 985]، ساجد ممتاز اور دیگران بنام بشارت اور دیگران [2006 SCMR 231] ضیا الرحمٰن بنام ریاست [2008 SCMR 528] اور سرفراز خان بنام ریاست اور دو دیگران [1996 SCMR 188]۔

43۔ مزید برآں، قانون شہادت آرڈر مجریہ 1984 کے آرٹیکل 37 کے تحت "ملزم کی جانب سے کیا گیا اقبال فوجداری کارروائی میں اس صورت میں غیر متعلقہ ہوتا ہے جب عدالت کے علم میں امر آئے کہ یہ اقبال ملزم سے کسی دھمکی دباؤ یا فرد جرم کے متعلق کسی رعایت کے وعدے کے بعد حاصل کیا گیا ہے یا کسی با اختیار شخص سے کارروائی کروانے کے لیے یا عدالت کی رائے قائم کرنے کے لیے تا کہ ملزم شخص کو یہ مناسب لگے کہ اعتراف کرنے کے بعد وہ اپنے خلاف جاری کارروائی میں کسی سنگین قسم کی قوتی مصیبت سے بچ جائے گا۔"

44۔ زیر نظر مقدمے میں، اپیل گزار کو سینکڑوں لوگوں کے مجمع میں لایا گیا وہ اس وقت تنہا

تھی۔ صورتحال ہیجان انگیز تھی اور ماحول خطرناک تھا۔ اپیل گزار نے اپنے آپ کو غیر محفوظ اور خوفزدہ پایا اور مبینہ ماورائے عدالت بیان دے دیا۔ گو یہ بیان اپیل گزار کی جانب سے عوامی اجتماع کے روبرو دیا گیا لیکن اس کو رضا کارانہ طور پر دیا گیا بیان تصور نہیں کیا جا سکتا اور نہ ہی اس کو سزا، بطور خاص سزائے موت کی بنیاد گردانا جا سکتا ہے۔

45۔ فاضل عدالت عالیہ نے اپیل گزار کی سزا کی توثیق کرتے ہوئے گواہان کی شہادتوں پر ان وجوہات کی وجہ سے انحصار کیا:

الف) چشم دید گواہان اور اپیل گزار کی فالسہ کے کھیت میں موجودگی سے انکار نہیں کیا گیا۔

ب) گواہان سے اپیل گزار کے ہاتھوں مبینہ توہین رسالتؐ پر کوئی دفاعی جرح نہیں کی گئی۔

ج) وکیل صفائی نے اپیل گزار اور چشم دید گواہان کے مابین سابقہ دشمنی، کینہ، بغض اور در پردہ اغراض جن کی بناء پر اپیل گزار کو اس سنگین جرم میں پھنسایا گیا کی طرف اشارہ نہیں کیا گیا۔

د) محمد ادریس (CW-1) جو وقوعہ کے وقت کھیت میں موجود تھا کی شہادت چشم دید گواہان کے بیانات کی انتہائی حد تک توثیق کرتی ہے۔

46۔ اس ضمن میں یہ مان لینا ضروری ہے کہ عدالت ہذا نے قرار دیا ہے کہ یہ اصول کہ بیان کا وہ حصہ جس کا انکار نہ کیا جائے تسلیم شدہ تصور ہوتا ہے کا اطلاق فوجداری مقدمات میں نہیں ہوتا۔ فوجداری مقدمات میں ملزم کے جرم کا بار ثبوت ہمیشہ استغاثہ پر ہوتا ہے جس پر لازم ہوتا ہے کہ وہ اپنے مقدمے کو کسی بھی شک وشبہ سے بالاتر ثابت کرے، اس ضمن میں عدالت ہذا کے ان نظائر پر انحصار کیا جاتا ہے، ندیم رمضان بنام ریاست [2018 SCMR 149]، ایس محمود اسلم بنام ریاست [PLD 1987 SC 250]۔ پس فاضل عدالت عالیہ نے معاملے کو اس رخ سے پرکھنے میں قانونی غلطی کی۔

47۔ علاوہ ازیں، دونوں چشم دید گواہان سے بطور خاص مذکورہ کھیت میں ہونے والے جھگڑے کے بارے میں جرح کی گئی جب کہ معافیہ بی بی (PW-2) سے خاص طور پر اس ضمن میں سوال کیا گیا تو اپنے جواب میں اس نے کہا کہ "یہ غلط ہے کہ میں نے آسیہ

بی بی ملزمہ کے خلاف بیان میرے اور آسیہ بی بی کے درمیان ہونے والے اس جھگڑے کی وجہ سے دیا جو اس دن فالسے توڑتے ہوئے ہمارے درمیان ہوا۔" توہین رسالتؐ کے الزام کو بھی دفاع کے دوران رد کیا گیا جو اس (PW-2) کے بیان سے عیاں ہے کہ "یہ کہنا غلط ہے کہ میں نے جھوٹا الزام لگایا ہے اور غلط طور پر پھنسایا ہے۔" اسی طرح اسی قسم کا سوال جب اسماء بی بی (PW-3) سے کیا گیا تو اس نے اپنے جواب میں کہا کہ "یہ کہنا غلط ہے کہ میرے اور آسیہ بی بی کے مابین مذکورہ باغ میں پانی پلانے کے معاملے پر کوئی جھگڑا ہوا تھا اور یہ بھی غلط ہے کہ مسماۃ آسیہ بی بی سے اپنے اس جھگڑے کی وجہ سے میں مسماۃ آسیہ بی بی پر جھوٹا الزام لگا رہی ہوں۔" توہین رسالتؐ کے الزام کے متعلق ایک سوال مذکورہ گواہ (PW-3) سے کیا گیا جس کا جواب تھا کہ "یہ کہنا مزید غلط ہے کہ میں جھوٹ بول رہی ہوں اور میں نے ملزمہ مسماۃ آسیہ بی بی کے منہ سے براہ راست کوئی الفاظ نہیں سنے۔" تاہم محمد ادریس (CW-1) نے اپنے بیان ابتدائی میں قبول کیا کہ اپیل گزار اور چشم دید گواہان کے مابین جھگڑا ہوا تھا جو اس کے بیان سے واضح ہے جس میں اس نے کہا کہ "اس وجہ سے ان کے درمیان جھگڑا ہوا۔ مجھے بھی اس جھگڑے کی اطلاع دی گئی۔" اپنی جرم کے دوران اس نے مانا کہ "میں تقریباً دو سے تین ایکڑ (killa) کے فاصلے پر تھا جب مجھے وقوعہ کی اطلاع ملی۔ میں نے حقائق کی تصدیق کی، جب میں موقع پر پہنچا تو مجھے صرف یہی پتہ چلا کہ وہاں ملزمہ اور استغاثہ کی گواہان کے مابین کوئی جھگڑا ہوا ہے جو پانی پلانے کی وجہ سے ہوا۔" پس اس سے ظاہر ہے کہ مبینہ جرم کے ارتکاب سے قبل پانی پلانے کی وجہ سے چشم دید گواہان اور ملزمہ کے مابین ہونے والے جھگڑے کی حقیقت سے کوئی انکار نہ ہے۔ صرف وقوعہ کے وقت اپیل گزار اور گواہان کی موجودگی جرم کے ارتکاب کو ثابت کرنے کے لیے کافی نہ ہے۔ دفاع نے اس معاملے پر مقدمے میں بحث نہیں کی کہ اپیل گزار وقوعہ کے موقع پر موجود نہ تھی بلکہ دفاعی موقف یہ تھا کہ اپیل گزار اور گواہان مذکورہ کھیت میں موجود تھیں جب ان کے

درمیان جھگڑا ہوا اور اس رنجش کی بناء پر گواہان نے شکایت گزار سے مل کر اپیل گزار کو جھوٹے مقدمے میں پھنسایا۔ جائے وقوعہ پر 30-25 خواتین موجود تھیں لیکن حیران کن طور پر کسی نے بھی ماسوائے یاسمین بی بی (متروک گواہ) استغاثہ کے الزام کی توثیق نہ کی۔ حتیٰ کہ یہ گواہ بھی بعدازاں اپیل گزار کے خلاف گواہی دینے کے لیے نہ آئی۔ یہاں تک کہ (CW-1) نے بھی ایسے کوئی الفاظ نہیں سنے جن سے توہین رسالتؐ کے جرم کا ارتکاب ہوتا ہو۔ یہ سب استغاثہ کی کہانی کے متعلق شکوک پیدا کرتا ہے۔ مزید یہ کہ FIR کے اندراج میں پانچ یوم کی غیر معمولی تاخیر بھی استغاثہ کی کہانی میں سنگین جھول پیدا کرتی ہے۔

48۔ یہ قانون کا ایک مسلمہ اصول ہے کہ جو شخص کوئی کلیم کرتا ہے اس کو ثابت کرنا بھی اسی کی ذمہ داری ہوتی ہے۔ پس یہ استغاثہ کی ذمہ داری ہوتی ہے کہ وہ تمام کارروائی میں ملزم کے ارتکاب جرم کو ہر قسم کے شک وشبہ سے بالاتر ثابت کرے۔ تمام کارروائی مقدمہ میں ملزم کے ساتھ بے گناہی کا قیاس ہمیشہ رہتا ہے چہ جائیکہ استغاثہ شہادتوں کی بنیاد پر ہر طرح کے شک وشبہ سے بالاتر ہو کر ملزم کے خلاف جرم کا ارتکاب ثابت نہ کر دے۔ شفاف سماعت مقدمہ جو کہ ازخود فوجداری اصول قانون کا بنیادی جز ہے اس وقت تک نہیں ہو سکتی جب تک منصفین خود واضح طور پر اس معیار ثبوت کے بنیادی نظریے کی توجیح نہ کریں گے جس پر کاربند ہونا استغاثہ کے لیے سزا کے احکامات حاصل کرنے کے لیے ضروری ہے۔ دو نظریات یعنی ''شک وشبہ سے بالاتر ہو کر ثابت کرنا'' "a proof beyond reasonable doubt" اور ''قیاس بے گناہی'' "a presumption of innocence" ایک دوسرے سے اس قدر منسلک ہیں کہ ان کو ایک ہی سمجھا جا سکتا ہے۔ اگر ''قیاس بے گناہی'' فوجداری اصول قانون کی طلائی کڑی (اصول) ہے تو ''شک وشبہ سے بالاتر ہو کر ثابت کرنا'' نقرئی کڑی (اصول) ہے اور یہ دونوں کڑیاں ہمیشہ سے ہی فوجداری نظام انصاف کے بنیادی ڈھانچے کا اہم حصہ رہی ہیں۔ جیسے

اصول ''شک و شبہ سے بالاتر ہو کر'' فوجداری انصاف کے لیے بنیادی اہمیت کا حامل ہے۔ یہ ان اصولوں میں سے ایک ہے جو یقینی بنانے کی کوشش کرتا ہے کہ کسی معصوم کو سزا نہ ہو۔ جہاں کہیں بھی استغاثہ کی کہانی میں کوئی جھول ہوتا ہے اس کا فائدہ ملزم کو دیا جانا چاہیے جو کہ فوجداری انصاف کی محفوظ فراہمی کے لیے انتہائی ضروری ہے۔ مزید برآں! شبہ جس قدر بھی مضبوط اور زیادہ ہو کسی طور پر بھی فوجداری مقدمے میں ضروری بارِ ثبوت کی جگہ نہیں لے سکتا۔ ملزم اور گواہان/ شکایت گزار کے مابین عناد کی موجودگی میں عام طور پر گناہ یا بے گناہی کو ثابت کرنے کے لیے اعلیٰ ترین معیارِ ثبوت کی ضرورت ہوتی ہے۔ اگر استغاثہ کے گواہان ملزم کے لیے عناد رکھتے ہوں تو وہ شک کے فائدے کے اصول کی بناء پر بریت کا حقدار ہوتا ہے۔ اس ضمن میں عدالت ہٰذا کے درج ذیل نظائر پر انحصار کیا جاتا ہے، محمد اشرف بنام ریاست[2016 SCMR 1617]، محمد جمشید بنام ریاست[2016 SCMR 1019]، محمد اصغر عرف ننھا بنام ریاست [2010 SCMR 1706]، نور محمد عرف نورا بنام ریاست[1992 SCMR 2079] اور ایوب مسیح بنام ریاست [PLD 2002 SC 1048]۔

49۔ اپنے فیصلے کا اختتام میں اپنے پیارے نبی حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی اس حدیث پر کروں گا:

'' جان لو! جو کوئی بھی کسی غیر مسلم یا اقلیت پر ظلم کرے گا، سختی سے پیش آئے گا۔ ان کے حقوق سلب کرے گا، اور ان کو ان کی برداشت سے زیادہ ایذا دے گا اور ان کی مرضی کے برخلاف ان سے کچھ چھینے گا، میں (حضرت محمد ﷺ) اس کے بارے میں روزِ قیامت شکایت کروں گا۔'' (ابوداؤد)

50۔ متذکرہ بالا وجوہات کی بناء پر، یہ اپیل منظور کی جاتی ہے۔ عدالت عالیہ اور ابتدائی سماعت کی عدالت کے فیصلوں کو کالعدم قرار دیا جاتا ہے۔ نتیجتاً، اپیل گزار کو دی گئی سزائے موت کو کالعدم قرار دیا جاتا ہے اور اس کو تمام الزامات سے بری کیا جاتا ہے۔ اگر کسی دیگر فوجداری مقدمے میں اس کو قید رکھنا مقصود نہیں تو اس کو فوری طور پر جیل سے رہا کیا جائے گا۔

چیف جسٹس

میں اتفاق کرتا ہوں اور اپنی اتفاقی رائے فیصلہ ہذا کے ساتھ منسلک کرتا ہوں۔

جج

جج

اتفاقی رائے

آصف سعید خان کھوسہ، جج:

مجھے عزت مآب چیف جسٹس کے تحریر کردہ فیصلے کا جائزہ لینے کا شرف حاصل ہوا۔ میں اگرچہ فیصلے کی وجوہات اور حتمی نتیجے سے اتفاق کرتا ہوں تاہم فیصلے میں چونکہ بہت سے قانونی اور مبنی برحقائق نکات شامل ہیں لہٰذا میں نے فیصلہ کیا میں اپنی اتفاقی رائے بھی تحریر کروں۔

2۔ مسماۃ آسیہ بی بی اپیل گزار پر الزام ہے کہ اس نے مورخہ 14-06-2009 کو کچھ دیگر مسلمان ساتھی خواتین کے سامنے فالسہ (بیری کی ایک قسم جسے گریویا ایشیاٹیکا بھی کہا جاتا ہے) چنتے ہوئے، محمد ادریس کے کھیت میں جو موضع اٹاں والی میں تھانہ ننکانہ صاحب کی حدود میں واقع ہے، حضرت محمدؐ اور قرآن الکریم کی شان میں گستاخی کرتے ہوئے توہین آمیز الفاظ استعمال کیے۔ جس کے بعد اس کے خلاف توہین رسالتؐ کی دفعہ 295-C تعزیرات پاکستان مجریہ 1860 کے تحت ایف آئی آر نمبر 326 کا مورخہ 19-06-2009 کا اندراج قاری محمد سلام/ شکایت گزار جو کہ مقامی مسجد کا امام ہے کی ایماء پر کیا گیا۔ الزام یہ تھا کہ اپیل گزار نے یہ بیان دیا کہ اس نے کچھ ایسی باتیں کہیں جیسے (نعوذ باللہ) ---------------------------

----

--------- یہ بھی الزام عائد کیا گیا کہ اسی موقع پر ہی اپیل گزار نے یہ الفاظ بھی کہے کہ قرآن کریم خدا کی الہامی کتاب نہ ہے بلکہ خودساختہ کتاب ہے۔ اپیل گزار کو مقامی پولیس نے 19-06-2009 کو ایف آئی آر کے اندراج کے فوری بعد گرفتار کر لیا اور تفتیش مکمل کرنے کے بعد متعلقہ ابتدائی سماعت کی عدالت میں چالان دائر کر دیا۔ ابتدائی سماعت کی عدالت نے دفعہ 295-C تعزیرات پاکستان کے تحت اپیل

گزار کے خلاف بار الزام عائد کیا اس نے صحت جرم سے انکار کیا اور مقدمے کی باقاعدہ سماعت کا مطالبہ کیا۔ دوران سماعت استغاثہ نے اپیل گزار کے خلاف اپنے الزام کو ثابت کرنے کے لیے سات گواہان پیش کیے اور کچھ دستاویزات بھی پیش کیں اور ایک عدالتی گواہ کا بیان بھی عدالت سماعت نے ریکارڈ کیا۔ ضابطۂ فوجداری 1898 دفعہ 342 کے تحت اپنے دیئے گئے بیان میں اپیل گزار نے صحت جرم سے انکار کرتے ہوئے استغاثہ کی جانب سے لگائے گئے الزامات سے انکار کیا اور اپنی بے گناہی پر اصرار کیا۔ اس نے ضابطۂ فوجداری کی دفعہ (2) 340 کے تحت برحلف بیان دینے سے احتراز کیا اور اپنے دفاع میں کوئی شہادت بھی پیش نہیں کی۔ دونوں فریقین کے فاضل وکلاء کے دلائل سننے کے بعد فاضل ڈسٹرکٹ اینڈ سیشن جج ننکانہ صاحب جو مقدمے کی سماعت کر رہے تھے نے اپیل گزار کو فیصلہ مورخہ 08-11-2010 کے ذریعے دفعہ 295-C تعزیرات پاکستان کے تحت سزا کا مستوجب ٹھہرایا اور اس کو سزائے موت اور ایک لاکھ روپے جرمانے کی سزا دی جو کہ لاہور ہائی کورٹ لاہور میں فوجداری اپیل نمبر 2509/2010 کے ذریعے چیلنج کر دی جس کی شنوائی مذکورہ عدالت کے فاضل ڈویژن بنچ نے قتل کے ریفرنس نمبر 614/2010 کے ہمراہ کی جس میں ابتدائی عدالت سماعت کی جانب سے اپیل گزار کو دی گئی سزائے موت کی توثیق کی استدعا کی گئی تھی۔ فیصلہ مورخہ 16-10-2014 کے تحت دی گئی سزائے موت کی توثیق کر دی گئی اور اپیل گزار کی اپیل کو خارج کرتے ہوئے ابتدائی اختیار سماعت کی عدالت کی جانب سے دی گئی سزا کو برقرار رکھا گیا اور قتل کے ریفرنس کا مثبت جواب دیا گیا۔ مابعد زیرنظر اپیل برائے اجازت عدالت دائر ہوئی جو کہ مورخہ 22-07-2015 کو مرہون کی گئی۔

3۔ عدالت ہذا نے اپیل کی اجازت اس لیے دی تا کہ شہادتوں کا ازسرنو جائزہ لیا جائے۔ ہم چاہتے تھے کہ موجود ریکارڈ کا جائزہ باریک بینی سے فریقین کے فاضل وکلاء کی مستند معاونت کی روشنی میں لیا جائے۔ ہم نے فریقین کے فاضل وکلاء کی جانب سے دیئے

گئے بیانات اور کی گئی بحث کا انتہائی احتیاط سے جائزہ لیا ہے۔

4۔ اپیل گزار کے فاضل وکیل نے دلیل دی کہ ایک ایف آئی آر مبینہ وقوعے کے متعلق قاری محمد سلام، شکایت گزار (PW-1) کی جانب سے پانچ دن کی تاخیر کے بعد درج کی گئی اور شکایت گزار نے ابتدائی عدالت سماعت کے روبرو اعتراف کیا کہ ایف آئی آر کے اندراج سے قبل استغاثہ کے اراکین نے واقعے پہ غور وفکر کیا۔ تاخیر اور غور وفکر ایف آئی آر کی شہادتی اہمیت کو ناقص بنا دیتی ہے، جیسا کہ عدالت ہذا نے مقدمہ افتخار حسین و دیگران بنام ریاست[2004 SCMR 1185] میں قرار دیا ہے۔ اس نے یہ بھی دلیل دی کہ استغاثہ کے گواہان نے ایف آئی آر کے اندراج کی جگہ کے متعلق مختلف آراء دیں اور وکیل جس نے ایف آئی آر کے اندراج کی درخواست تحریر کی، اس کا نام کبھی نہیں دیا گیا۔ اس نے مزید بحث کی کہ استغاثہ کے دو خودمختار گواہان نے اس امر کی تصدیق کی کہ اپیل گزار کی جانب سے توہین آمیز الفاظ کے اظہار سے قبل اپیل گزار اور شکایت کنندہ فریق سے تعلق رکھنے والی خواتین کے درمیان جھگڑا ہوا تھا لیکن استغاثہ کے گواہان کیونکہ مقدمے میں اپنا مفاد رکھتے تھے لہٰذا انھوں نے اس اہم حقیقت کو مکمل طور پر چھپا کے رکھا۔ اس نے یہ بھی بحث کی کہ اپیل گزار کے خلاف لگائے گئے مبینہ الزامات کے متعلق کوئی بھی آزاد تائیدی شہادت موجود نہ ہے جو کہ استغاثہ کے گواہان یعنی معافیہ بی بی (PW-2) اور اسماء بی بی (PW-3) جو ابتدائی اختیار سماعت کی عدالت میں پیش ہوتے رہے ہیں کی تائید کرے۔ اس کے مطابق مقدمے کی ابتدائی تفتیش ایسے افسر کے ذریعے کی گئی جو دفعہ 156-A ضابطۂ فوجداری کے تحت اس قسم کے مقدمے کی تفتیش کا اختیار نہیں رکھتا تھا، اپنی اس دلیل کی تائید میں اس نے مقدمات شوکت علی بنام ریاست اور ادیگران[2008 SCMR 553]، امجد فاروق اور دیگر بنام ریاست[2007 P.Cr.L.J. 238] اور ملک محمد ممتاز قادری بنام ریاست اور دیگران[PLD 2016 SC 17] پر انحصار کیا۔ اس نے یہ بھی بیان کیا

کہ ایف آئی آر میں الزام لگایا گیا ہے کہ اپیل گزار عیسائی مذہب کی مبلغہ تھی جو اس مقدمے کا محرک بنا لیکن اس قسم کا کوئی الزام ابتدائی عدالت سماعت کے روبرو استغاثہ کے گواہان کی جانب سے دوران سماعت نہیں لگایا گیا۔ اس نے واضح کیا کہ کوئی دوسری خاتون جو اپیل گزار کے ساتھ اسی کھیت میں کام کرتی تھی استغاثہ کے الزام کی توثیق کے لیے اپیل گزار کے خلاف پیش نہیں کی گئی۔ پس بہترین شہادت کا راستہ استغاثہ نے روک لیا اور استغاثہ کی اس ناکامی کی وجہ سے فیصلہ اس کے خلاف کیا جانا چاہیے۔ اس بحث کے بعد اپیل گزار کے فاضل وکیل نے اعادہ کیا کہ استغاثہ کا مقدمہ اپیل گزار کے خلاف شکوک وشبہات سے بھرا پڑا ہے اور ان شکوک کا فائدہ اپیل گزار کو ملنا چاہیے۔

5۔ اس کے برعکس فاضل ایڈیشنل پراسیکیوٹر جنرل پنجاب جو ریاست کی جانب سے پیش ہوئے نے بیان دیا کہ ایسے پولیس آفیسر کی جانب سے مقدمے کی سماعت کرنا جو تفتیش کا مجاز نہ ہو تفتیش کو ناقص نہیں کرتا اس بیان کی تائید میں انھوں نے ضابطۂ فوجداری کی دفعہ (2) 156 کا حوالہ دیا۔ اس نے بیان کیا کہ ابتدائی اختیار سماعت کی عدالت کے روبرو معافیہ بی بی (PW-2) اور اسماء بی بی (PW-3) کی جانب سے دیئے گئے بیانات میں بہت مطابقت ہے اور ان کے بیانات کو محمد ادریس (CW-1) اور محمد امین بخاری (ایس پی) انویسٹی گیشن (PW-6) کے بیانات سے خاصی تقویت ملتی ہے۔ اس کی جانب سے اس امر پر زور دیا گیا کہ استغاثہ مقدمے کو اپیل گزار کے خلاف ہر قسم کے شک وشبہ سے بالاتر ہو کر ثابت کرنے میں کامیاب ہو گیا ہے۔

6۔ فاضل وکیل برائے شکایت گزار نے اس اپیل کی مخالفت کرتے ہوئے اور اپیل گزار کی سزا جس کو ذیلی عدالتوں نے قائم رکھا تھا کی حمایت میں دلائل دیئے کہ ایف آئی آر کے اندارج میں تاخیر فوجداری مقدمات میں ہمیشہ مہلک نہیں ہوتی اور زیر نظر مقدمے میں استغاثہ کی جانب سے تاخیر کی خاصی حد تک وضاحت کر دی گئی ہے۔ انھوں نے اپنے موقف کی تائید میں مقدمات زر بہادر بنام ریاست [1978 SCMR 136] اور

شیراز اصغر بنام ریاست[1995 SCMR 1365] پر انحصار کیا۔ انھوں نے مزید بحث کی کہ نیچے کی دونوں عدالتوں نے باہم مطابقت سے اپنا فیصلہ دیا اور اپیل گزار کو لگائے گئے الزامات کا مرتکب پایا اور نیچے کی دونوں عدالتوں کی جانب سے دیئے گئے موافق فیصلے میں سرسری انداز میں مداخلت درست نہ ہوگی۔ انھوں نے اشارہ دیا کہ اپیل گزار نے اپنے دفعہ 342 ضابطہ فوجداری کے تحت ریکارڈ کردہ بیان میں وقوعے کے روز اس وقت اور تاریخ پر فالسے کے کھیت میں اپنی موجودگی کو قبول کیا اور اس نے یہ بھی قبول کیا کہ اس کا اسی موقع پر اپنی ساتھی خواتین جن میں معافیہ بی بی (PW-2) اور اسماء بی بی (PW-3) بھی شامل ہیں سے زبانی جھگڑا ہوا اور ان گواہان سے دوران جرح ایسا کوئی سوال تجویز نہیں کیا گیا کہ آیا ان کی جانب سے اپیل گزار پر لگایا گیا توہین رسالتؐ سے متعلق الزام غلط تھا؟ شکایت گزار کے فاضل وکیل کے مطابق گواہ کی جانب سے کسی بیان کو فریق مخالف کی جانب سے قبول کیا ہوا سمجھا جائے گا جبکہ اگر گواہ کے اس بیان کو جرح کے دوران کسی دیگر تجویز کے ذریعے رد نہ کیا گیا ہو۔ اس نے مزید بیان کیا کہ اپیل گزار نے بہت دفعہ وقوعہ کے ارتکاب کے متعلق استغاثہ کے مختلف گواہان کے سامنے ماورائے عدالت اقبال جرم کیا جنھوں نے مسلسل اس امر کا تذکرہ ابتدائی اختیار سماعت کی عدالت میں کیا۔ آخر میں انھوں نے بحث کی کہ استغاثہ کے گواہان کے پاس ایسی کوئی باوثوق وجہ نہیں ہے کہ وہ اپیل گزار کو جھوٹی بنیادوں پر ایسے مقدمے میں پھنسائیں۔ ان کے باہم مسابق بیانات کی وجہ سے انھیں نیچے کی دونوں عدالتوں کا اعتماد حاصل ہوا، لہٰذا اپیل گزار کی سزا جو نیچے کی عدالتوں نے دی اور برقرار رکھی، میں کسی قسم کی مداخلت کی گنجائش نہ ہے۔

7۔ فریقین کے فاضل وکلاء کو سننے اور مقدمے کے ریکارڈ کو ان کی معاونت سے جائزہ لینے کے بعد میں نے مشاہدہ کیا کہ استغاثہ نے اپیل گزار کے خلاف اپنا مقدمہ ثابت کرنے کے لیے سات گواہان پیش کیا۔ قاری محمد سلام/ شکایت گزار ابتدائی اختیار سماعت کی

عدالت کے روبرو بطور (PW-1) پیش ہوا اور اس نے وقوعہ کا تین خواتین کے ذریعے پتہ چلنے، مورخہ 09-06-2009 کو ایک عوامی اجتماع (جرگے) کے انعقاد اور اپیل گزار کے مبینہ طور پر اپنے گناہ کا اعتراف کرنے اور معافی کی خواست گزار ہونے اور پھر اس کی جانب سے مورخہ 19-06-2009 کو ایف آئی آر درج کروانے کے متعلق بیان دیا۔ معافیہ بی بی (PW-2) نے وقوعہ مورخہ 14-06-2009 کو فالسے کے کھیت میں پیش آنے، اس کی جانب سے شکایت گزار کو وقوعہ کی اطلاع دینے، مورخہ 19-06-2009 کو عوامی اجتماع (جرگے) کے انعقاد وہاں اپیل گزار کے مبینہ طور پر اقبال جرم کرنے اور معافی مانگنے کے متعلق بیان دیا۔ اسماء بی بی (PW-3) نے بھی تقریباً انہی حالات و واقعات کو دہرایا جن کے متعلق بیان معافیہ بی بی (PW-2) نے دیا تھا۔ محمد افضل (PW-4) نے بھی قاری محمد سلام/ شکایت گزار، معافیہ بی بی (PW-2) اور اسماء بی بی (PW-3) کی جانب سے اپیل گزار کے ہاتھوں مبینہ توہین رسالت ﷺ کی اطلاع ملنے اور مورخہ 19-06-2009 کو عوامی اجتماع (جرگہ) کے انعقاد جہاں اپیل گزار نے مبینہ طور پر اپنے جرم کا اعتراف کیا اور معافی کی خواست گار ہوئی کے متعلق بیان دیا۔ محمد رضوان سب انسپکٹر (PW-5) نے تھانے میں روایتی ایف آئی آر کا اندراج کیا۔ محمد امین بخاری (ایس پی) انویسٹی گیشن بطور گواہ استغاثہ (PW-6) پیش ہوئے اور بیان دیا کہ مقدمے کی تفتیش انھوں نے کی ہے، محمد ارشد سب انسپکٹر (PW-7) اس مقدمے میں ابتدائی تفتیشی افسر تھا اور اس نے 19-06-2009 کو جائے وقوعہ کا دورہ کرنے، گواہان کے بیانات ریکارڈ کرنے، اپیل گزار کو گرفتار کرنے، مجسٹریٹ سے اس کا عدالتی ریمانڈ کروانے اور اس کو جوڈیشنل لاک اپ بھیجنے کے متعلق بیان دیا۔ مقدمے کے متعلق ابتدائی عدالت سماعت میں کچھ دستاویزات بھی استغاثہ کی جانب سے پیش کی گئیں۔ ابتدائی عدالت سماعت نے محمد ادریس کو بطور عدالتی گواہ (CW-1) سمن بھیجا اور اس کا بیان ریکارڈ کیا جس نے بیان کیا کہ وہ فالسے کے کھیت کا

جہاں وقوعہ رونپذیر ہوا کا مالک ہے۔ اس نے یہ بھی بتایا کہ اپیل گزار نے اس کے سامنے مورخہ 14-06-2009 کو اپنے جرم کا اعتراف کیا، اس نے شکایت گزار کو واقع کی اطلاع دینے، عوامی اجتماع (جرگے) کے 19-06-2009 کو انعقاد اور افسر تفتیش کے سامنے گناہ کے ارتکاب کے اقبال کے متعلق بیان دیا۔ اپیل گزار نے ضابطہ فوجداری کی دفعہ 342 کے تحت اپنا بیان ریکارڈ کرواتے ہوئے اور اس سوال کا جواب دیتے ہوئے کہ یہ مقدمہ اس کے خلاف کیوں درج کیا گیا اور استغاثہ کے گواہان اس کے خلاف بیان کیوں دے رہے ہیں درج ذیل بیان دیا:

''میں ایک شادی شدہ خاتون اور دو بچوں کی ماں ہوں میرا خاوند ایک غریب مزدور ہے میں محمد ادریس کے کھیتوں میں دیگر کئی خواتین کے ہمراہ روزانہ کی اجرت کے عوض فالسے چننے جایا کرتی تھی۔ مبینہ وقوعہ کے روز میں دیگر کئی خواتین کے ہمراہ کھیتوں میں کام کر رہی تھی۔ مسماۃ معافیہ اور مسماۃ اسماء بی بی (گواہان استغاثہ) کے ساتھ پانی بھر کے لانے پہ جھگڑا ہو گیا جو میں نے ان کو پیش کرنا چاہا لیکن انھوں نے یہ کہہ کر منع کر دیا چونکہ میں عیسائی ہوں اس لیے وہ کبھی بھی میرے ہاتھ سے پانی نہیں پیئے گی اس بات پر میرے اور استغاثہ کی گواہان خواتین کے درمیان جھگڑا ہوا اور کچھ سخت الفاظ کا تبادلہ ہوا۔ اس کے بعد استغاثہ کی گواہان قاری سلام/ شکایت گزار تک اس کی بیوی کے ذریعے پہنچی جو ان دونوں خواتین کو قرآن پڑھاتی تھی، ان استغاثہ کے گواہان نے قاری سلام سے مل کر سازش کے تحت میرے خلاف ایک جھوٹا مقدمہ گھڑا۔ میں نے پولیس کو کہا کہ میں بائیبل پر حلف اٹھانے کو تیار ہوں کہ میں نے کبھی حضرت محمد ﷺ کے متعلق توہین آمیز الفاظ بیان نہیں کیے۔ میں قرآن اور اللہ کے پیغمبرؐ کے لیے دل میں عزت اور احترام رکھتی ہوں لیکن چونکہ پولیس بھی شکایت گزار سے ملی ہوئی تھی اس لیے پولیس نے مجھے اس مقدمے میں غلط طور پر پھنسایا۔ استغاثہ کہ گواہان سگی بہنیں ہیں اور اس مقدمے میں مجھے بدنیتی سے پھنسانے میں دلچسپی رکھی ہیں کیونکہ ان دونوں کو میرے

ساتھ جھگڑے اور سخت الفاظ کے تبادلے کی وجہ سے بے عزتی اور ذلت کا سامنا کرنا پڑا تھا۔ قاری سلام/ شکایت گزار بھی مقدمے میں اپنا مفاد رکھتا ہے کیونکہ یہ دونوں خواتین اس کی زوجہ سے قرآن پڑھتی رہیں تھیں۔ میرے آباؤ اجداد اس گاؤں میں قیام پاکستان سے رہائش پذیر ہیں۔ میں بھی تقریباً چالیس برس کی ہوں۔ وقوعے سے پہلے ہمارے خلاف کبھی بھی اس قسم کی کوئی شکایت نہیں کی گئی۔ میں عیسائی مذہب سے تعلق رکھتی ہوں اور گاؤں میں رہتی ہوں لہٰذا اسلامی تعلیمات سے نابلد ہونے کی وجہ سے میں کیسے اللہ کے نبی ﷺ اور الہامی کتاب یعنی قرآن پاک کے بارے میں توہین آمیز الفاظ استعمال کرتے ہوئے بے ادبی کی مرتکب ہوسکتی ہوں۔ استغاثہ کا گواہ ادریس بھی ایسا گواہ ہے جو مقدمے میں اپنا مفاد رکھتا ہے کیونکہ اس کا متذکرہ بالا خواتین سے قریبی تعلق ہے۔"

اپیل گزار نے ضابطہ فوجداری کی دفعہ (2) 340 کے تحت برحلف بیان ریکارڈ کروانے کو نہیں چنا اور اپنے دفاع میں کوئی شہادت نہیں پیش کی۔

8۔ ہم اب استغاثہ کی جانب سے پیش کردہ ہر شہادت کا جائزہ مقدمے میں وقتاً فوقتاً پیش آنے والے واقعات کی ترتیب کے تناظر میں لیں گے۔

9۔ معافیہ بی بی (PW-2) اور اسماء بی بی (PW-3) کو استغاثہ نے بطور وقوعہ کے گواہان پیش کیا جو مورخہ 14-06-2009 کو فالسے کے کھیت میں وقوع پذیر ہوا۔ مذکورہ خواتین نوجوان لڑکیاں اور آپس میں بہنیں ہیں جو نیم خواندہ ہیں بیان کے مطابق انھوں نے ابتدائی مذہبی تعلیم اپنے دیہات میں قاری محمد سلام/ شکایت گزار (PW-1) کی زوجہ سے حاصل کی۔ ان خواتین نے یہ کبھی نہیں بتایا کہ جب اپیل گزار توہین آمیز کلمات ادا کر رہی تھی تو اس کا مخاطب کون تھا۔ انھوں نے یہ بھی کبھی نہیں بتایا کہ وہ فالسے کا کھیت کس کی ملکیت تھا جہاں مبینہ وقوعہ رو پذیر ہوا اور نہ ہی ان خواتین نے وقوعہ کا مقدمہ مقامی پولیس کے پاس اپنی مدعیت میں درج کروایا۔ یہاں یہ بیان کیا جانا از حد

اہم ہے کہ مقدمہ کے سینئر افسر تفتیش محمد امین بخاری، سپرینٹنڈنٹ پولیس (انویسٹی گیشن)(PW-6) نے اور فالسے کے متعلقہ کھیت کے مالک محمد ادریس(CW-1) نے واضح طور پر ابتدائی سماعت کی عدالت کے روبرو بیان دیا کہ اپیل گزار نے توہین آمیز الفاظ اپیل گزار اور اس کی مسلمان ساتھی خواتین جو اس کے ساتھ فالسے کے کھیت میں کام کرتی تھیں کے مابین کسی مذہبی بحث کے دوران کہے جب معافیہ بی بی(PW-2) اور اسماء بی بی (PW-3) اور دیگر مسلمان خواتین نے کہا کہ وہ اپیل گزار کے ہاتھ سے پانی نہیں پییں گی کیونکہ وہ عیسائی فرقے سے تعلق رکھتی ہے۔ ان گواہان کے مطابق اپیل گزار کی مسلمان ساتھیوں کے اس موقف پر ''ان کے درمیان جھگڑا ہوا اور مذکورہ لڑائی کے دوران اپیل گزار نے حضرت محمد ﷺ اور قرآن کریم کی شان میں گستاخانہ الفاظ کا استعمال کیا۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ خود استغاثہ کے مطابق، اپیل گزار نے وہ الفاظ جن کا اس پر الزام لگایا جا رہا ہے اپنے مذہب کی توہین اور اپنی ساتھی خواتین بشمول معافیہ بی بی(PW-2) اور اسماء بی بی(PW-3) کی جانب سے اپنے مذہبی احساسات مجروح ہونے کے بعد کہے۔ بدقسمتی سے قاری محمد سلام/ شکایت گزار (PW-1) کی جانب سے ایف آئی آر کا اندراج کرواتے ہوئے اور ضابطۂ فوجداری کی دفعہ 161 کے تحت اپنا بیان ریکارڈ کرواتے ہوئے قاری محمد سلام/ شکایت گزار(PW-1)، مسماۃ معافیہ بی بی(PW-2) اور اسماء بی بی(PW-3) نے کہیں بھی سخت جملوں کے تبادلے اور لڑائی کا تذکرہ نہیں کیا۔ یہ مشاہدہ بھی افسوس ناک ہے کہ مسماۃ معافیہ بی بی (PW-2) اور اسماء بی بی (PW-3) نے مقدمے کے اس حقیقی عنصر کو ابتدائی عدالت سماعت کے روبرو دوران جرح مکمل طور پر چھپایا اور جب وکیل صفائی نے دوران جرح ان سے اس ضمن میں سوال تجویز کیا تو انھوں نے کسی قسم کے سخت الفاظ کے تبادلے اور اس کے بعد میں ہونے والے جھگڑے سے انکار کیا۔ پس اس سے صاف ظاہر ہے کہ دونوں خواتین معافیہ بی بی (PW-2) اور اسماء بی بی (PW-3) کو سچائی کا کوئی پاس

نہیں اور وہ جھوٹا بیان دے سکتی ہیں اور ان دونوں نوجوان نیم خواندہ خواتین کے پاس اپیل گزار کے خلاف جھوٹا الزام عائد کرنے کی وجہ تھی۔ میں مقدمے کے اس پہلو پر دوسرے رخ پر رائے ہذا کے آخر میں روشنی ڈالوں گا۔

10- محمد ادریس ابتدائی عدالت سماعت میں بطور (CW-1) پیش ہوا اس کو استغاثہ نے نہیں بلایا بلکہ وہ ابتدائی عدالت کی جانب سے بھیجے گئے سمن پر بطور عدالتی گواہ پیش ہوا۔ اس نے بیان کیا کہ وہ فالسے کے متعلقہ کھیت کا مالک تھا۔ وہ مورخہ 14-06-2009 کو فالسے کے کھیت میں گیا تو اس کو معافیہ بی بی (PW-2) اور اسماء بی بی (PW-3) نے موقع پر بتایا کہ ان کے اور اپیل گزار کے مابین ایک جھگڑا ہوا ہے۔ اپیل گزار نے اس کے سامنے اعتراف کیا اور معافی مانگی۔ محمد ارشد، سب انسپکٹر (PW-7) نے بیان کیا جائے وقوعہ فالسے کا کھیت ہے جو محمد ادریس (CW-1) کی ملکیت ہے اور محمد امین بخاری سپرینٹنڈنٹ پولیس (انویسٹی گیشن) (PW-6) نے بیان دیا کہ محمد ادریس کی توجہ کھیت کی جانب مبذول ہوئی اور ان خواتین نے واقعہ اس کو سنایا جس کے بعد اس نے اپیل گزار سے پوچھ گچھ کی جس نے اس کے سامنے اعتراف کیا۔ یہاں مجھے ایسا لگتا ہے کہ محمد ادریس (CW-1) کا وقوعے کی جانب متوجہ ہونے، معافیہ بی بی (PW-2) اور اسماء بی بی (PW-3) سے معلومات لینے اور اپیل گزار کے اعتراف کرنے اور معافی مانگنے کی یہ کہانی بالکل نئی ہے اور معافیہ بی بی (PW-2)، اسماء بی بی (PW-3)، قاری محمد سلام/ شکایت گزار (PW-1) اور محمد افضل (PW-4) نے کہیں بھی اپنے بیان میں محمد ادریس (CW-1) کے موقع پر پہنچنے معافیہ بی بی (PW-2) اور اسماء بی بی (PW-3) کی جانب سے واقع کی تفصیل جاننے اور اپیل گزار کے اقبال جرم اور معافی مانگنے کا کہیں ذکر نہیں ہے۔ ایسا لگتا ہے کہ محمد ادریس (CW-1) کو مقدمہ ہذا میں بعد میں کسی محرک کے تحت شامل تفتیش کیا گیا اس نے ابتدائی تفتیش جو محمد ارشد سب انسپکٹر نے کی میں حصہ نہیں لیا اور نہ ہی اس کے سامنے کوئی بیان دیا۔ یہ دوسرا

تفتیشی افسر محمد امین بخاری سپرنٹنڈنٹ پولیس (انویسٹی گیشن) تھا جس نے دعویٰ کیا کہ محمد ادریس نے مورخہ 04-07-2009 یعنی وقوعہ کے 20 روز بعد اور ایف آئی آر کے اندراج کے 15 روز بعد اس کے سامنے پیش ہو کر بیان دیا۔ مذکورہ گواہان کا اتنی تاخیر سے سامنے آنا، شک کو دعوت دیتا ہے اور حتی الامکان طور پر اس کو بعد کے مرحلے میں تیار کیا گیا ہے۔ اس کے علاوہ محمد ادریس (CW-1) کے روبرو کیا گیا اپیل گزار کے اعتراف کے متعلق اپیل گزار سے ضابطۂ فوجداری کی دفعہ 342 کے تحت ریکارڈ کروائے گئے بیان میں سوال نہیں کیا گیا اور اس معاملے میں قانون طے شدہ ہے کہ ایسی شہادت اور حالات جن کے متعلق ملزم سے اس کا ضابطہ فوجداری کی دفعہ 342 کے تحت دیئے گئے بیان میں سوال نہیں کیا گیا کو ملزم کے خلاف استعمال نہیں کیا جا سکتا۔

11۔ دوسری اہم پیش رفت جو مبینہ طور پر مقدمہ ہذا میں ہوئی یہ تھی کہ قاری محمد سلام/ شکایت گزار (PW-1) کو وقوعہ کے متعلق آگاہ کیا جاتا ہے لیکن یہ پیش رفت بھی شک و شبہ سے مبرا نہیں ہے۔ شکایت گزار کی جانب سے درج کی گئی ایف آئی آر میں اس نے کہا کہ معافیہ بی بی (PW-2)، اسماء بی بی (PW-3)، یاسمین بی بی اور کچھ دوسرے لوگوں نے اس کو وقوعہ کی بابت اطلاع دی لیکن ایف آئی آر میں اس نے یہ نہیں بیان کیا کہ وقوعہ کی اطلاع اس کو کب ملی۔ ابتدائی عدالت سماعت کے روبرو بیان ابتدائی (Examination in Chief) میں شکایت گزار نے بتایا کہ معافیہ بی بی (PW-2)، اسماء بی بی (PW-3) اور یاسمین بی بی نے 14-06-2009 کو اس کی اطلاع دی اور اس موقع پر محمد افضل (PW-4) اور محمد مختار احمد بھی اس کے ہمراہ موجود تھے جب کہ ان افراد کی موجودگی کا تذکرہ ایف آئی آر میں نہیں کیا گیا۔ اپنی جرح کے دوران شکایت گزار نے اپنا موقف بھی بدلا اور بیان کیا کہ اس کو وقوعہ کی اطلاع 16-06-2009 (14-06-2009 کو نہیں جیسا اس نے بیان ابتدائی کے دوران بتایا تھا) کو ملی۔

12۔ استغاثہ کے مطابق دوسرا شخص جس کو مبینہ واقعہ کی اطلاع ملی، محمد افضل (PW-4) تھا

لیکن وہ اس مقدمے کے لیے کب رابطے میں آیا، بھی مشکوک ہے۔ قاری محمد سلام/ شکایت گزار نے ابتدائی عدالت سماعت کے روبرو بیان دیتے ہوئے بتایا کہ مورخہ 14-06-2009 کو مسماۃ معافیہ بی بی (PW-2)، اسماء بی بی (PW-3) اور یاسمین بی بی اس کے پاس آئے اور اس کو واقعہ کی اطلاع دی، اس وقت محمد افضل (PW-4) اور محمد مختار احمد بھی وہاں موجود تھے۔ تاہم، محمد افضل (PW-4) نے ابتدائی عدالت سماعت کے روبرو اقرار کیا کہ مورخہ 14-06-2009 کو قاری محمد سلام/ شکایت گزار (PW-1)، معافیہ بی بی (PW-2)، اسماء بی بی (PW-3)، یاسمین بی بی اور محمد مختار احمد اس کے گھر آئے اور سارا واقعہ اس کے گوش گزار کیا۔

13۔ مقدمے کے ریکارڈ کے مطابق شکایت کنندہ فریق نے پولیس کو واقعہ کی اطلاع دینے سے قبل کچھ ضروری اقدامات اٹھائے لیکن ان اقدامات کے اٹھائے جانے کا پس منظر غور کے قابل ہے۔ مبینہ وقوعہ 14-06-2009 کو رونما ہوا اور واقعہ کی اطلاع پولیس کو 19-06-2009 یعنی پانچ یوم کے بعد دی گئی۔ قاری محمد سلام/ شکایت گزار (PW-1) نے ابتدائی طور پر ابتدائی عدالت سماعت کو بیان دیا کہ اس وقوعہ کی اطلاع 14-06-2009 کو ملی لیکن دوران شہادت اس نے بیان دیا کہ اس وقوعہ کی اطلاع 16-06-2009 کو ملی۔ اس نے ابتدائی عدالت سماعت کے رو برو بیان کیا کہ 16-06-2009 سے 19-06-2009 تک وہ اور گاؤں کے دوسرے افراد نے "معاملے کے متعلق مشورہ اور تحقیق کی اور معاملے کی تہہ میں پہنچے" اور معاملے کی اطلاع پولیس کو اس وقت دی گئی جب وہ سب اپیل گزار کے اوپر لگائے گئے الزامات کی سچائی سے مطمئن ہو گئے۔ محمد ادریس (CW-1) نے بھی بیان دیا کہ قاری محمد سلام/ شکایت گزار (PW-1) نے معاملے کے متعلق، اس سے بھی تحقیق کی تھی۔ ہم نے بطور خاص مشاہدہ کیا ہے کہ شکایت گزار کی جانب سے ایسی کسی تحقیق مشورے اور معاملے کی گہرائی میں جانے اور شکایت گزار کی جانب سے معاملے کی تصدیق کرنے کی تفصیلات ابتدائی

عدالت سماعت کے روبرو آشکار نہیں کی گئیں نہ ہی اس ضمن میں کوئی شہادت پیش کی گئی۔

14۔ مقدمہ ہذا کی ایک اور مبینہ پیش رفت عوامی اجتماع (جرگہ) کا انعقاد ہے جو 19-06-2009 کو منعقد ہوا اور جس میں اپیل گزار کو بلایا گیا اور بیانات کے مطابق اس نے وہاں اعتراف جرم کیا اور معافی کی خواستگار ہوئی۔ مجھے لگتا ہے کہ عوامی اجتماع (جرگہ) اور وہاں جو کچھ بھی ہوا کے متعلق استغاثہ کی جانب سے پیش کردہ شہادت نہ صرف سوچی سمجھی بلکہ محض اختراع کو سانچے میں ڈھالنے کی کوشش ہے۔ مذکورہ عوامی اجتماع مورخہ 19-06-2009 کو دوپہر کے وقت منعقد ہوا اور اپیل گزار کے خلاف قاری محمد سلام/ شکایت گزار (PW-1) کی جانب سے مبینہ توہین رسالتؐ کے جرم کے متعلق ایف آئی آر مقامی تھانے میں اسی روز مورخہ 19-06-2009 کو شام 05:45 پر درج کی گئی لیکن یہ مشاہدہ انتہائی حیران کن ہے کہ ایف آئی آر میں عوامی اجتماع جو اسی دن ہوا اور اس اجتماع میں اپیل گزار کو بلانے اور اس کی جانب سے مجمع کے سامنے اقبال جرم کرنے اور معافی مانگنے کا تذکرہ نہیں۔ واقعہ کی تفصیل جو ایف آئی آر میں درج ہے اس کے مطابق مورخہ 19-06-2009 کو قاری محمد سلام شکایت گزار (PW-1)، محمد افضل (PW-4) اور مختار احمد نے اسماء بی بی (PW-3) وغیرہ کو بلایا اور جب اپیل گزار سے مورخہ 14-06-2009 کو وقوع پذیر واقعہ کے متعلق پوچھا تو اس نے اعتراف کیا اور معافی مانگی۔ ایف آئی آر کے اندراج کے بعد ابتدائی تفتیشی آفیسر محمد ارشد سب انسپکٹر (PW-7) نے اس ہی دن معافیہ بی بی (PW-2)، اسماء بی بی (PW-3) اور محمد افضل (PW-4) کے بیانات ضابطۂ فوجداری کی دفعہ 161 کے تحت ریکارڈ کیے (Exhibits DA, DB, DC)۔ اور مذکورہ بیان میں یہ گواہان اس عوامی اجتماع کے انعقاد جو اسی دن ہوا تھا، اس اجتماع میں اپیل گزار کو پیش کرنے، اپیل گزار کی جانب سے اعتراف جرم کرنے اور معافی مانگنے کے متعلق کچھ بھی بتانے سے قاصر رہے۔

15۔ مورخہ 19-06-2009 کو عوامی اجتماع کے انعقاد، وہاں اپیل گزار کو پیش کیے جانے، اس کے اقبال جرم اور معافی مانگنے کو ثابت کرنے کے لیے ابتدائی عدالت سماعت کے

روبرو استغاثہ کی جانب سے پیش کردہ گواہان میں قاری محمد سلام شکایت گزار (PW-1) اور محمد افضل (PW-4) شامل تھے۔ ان گواہان کی جانب سے دیئے گئے بیانات نہ صرف باہمی طور پر متضاد پائے گئے بلکہ مقدمے کے دوسرے حقائق سے بھی مماثلت نہیں رکھتے تھے۔ قاری محمد سلام شکایت گزار (PW-1) نے بیان دیا کہ گاؤں میں مورخہ 19-06-2009 کو عوامی اجتماع (جرگہ) بلایا گیا لیکن وہ اس کے انعقاد کی جگہ اور وقت بتانے سے قاصر رہا۔ اس نے دعویٰ کیا کہ اس اجتماع میں اپیل گزار نے اس کے سامنے اپنے جرم کا اعتراف کیا۔ اس نے مانا کہ مورخہ 19-06-2009 کو عوامی اجتماع کے انعقاد کی بابت ذکر اس نے FIR-(Exhibit-PA) میں نہیں کیا جو اس نے بعد میں اسی دن درج کروائی تھی۔ وہ اس بیان پر قائم رہا کہ عوامی اجتماع میں اپیل گزار نے اس کے سامنے وقوعہ کو بیان کیا اور پھر معافیہ بی بی (PW-2) اور یاسمین بی بی نے وقوعہ کی تفصیلات اس کو بتائیں جب کہ معافیہ بی بی (PW-2) نے ابتدائی عدالت سماعت کے روبرو دیئے گئے اپنے بیان میں عوامی اجتماع میں اپنی موجودگی کے متعلق کچھ نہیں بتایا اور یاسمین بی بی کو استغاثہ نے ابتدائی عدالت سماعت کے سامنے پیش ہی نہیں کیا اور اس کو غیر ضروری ہونے کی وجہ سے متروک گواہ قرار دیا گیا۔ گو معافیہ بی بی نے اپنے بیان میں عوامی اجتماع (جرگے) کا تذکرہ کیا ہے لیکن اس نے کبھی وہاں موجود ہونے کا دعویٰ نہیں کیا لہٰذا اس ضمن میں اس کے بیان کو محض سنی سنائی شہادت مانا جائے گا۔ اس نے بیان دیا کہ عوامی اجتماع (جرگہ) وقوعہ کے چار روز بعد منعقد ہوا جس کا مطلب ہوا کہ یا تو عوامی اجتماع (جرگہ) 18-06-2009 کو منعقد ہوا تھا اور 19-06-2009 کو نہیں ہوا تھا یا مبینہ وقوعہ 15-06-2009 کو رونما ہوا تھا 14-06-2009 کو نہیں۔ جیسا کہ میں پہلے تذکرہ کر چکا ہوں کہ معافیہ بی بی (PW-2) نے پولیس کے روبرو ضابطۂ فوجداری کی دفعہ 161 کے تحت دیئے گئے اپنے بیان میں عوامی اجتماع کا سرے سے کوئی تذکرہ نہیں کیا اور اس نے اپنے سابقہ بیان کے حقائق سے خاصہ انحراف کیا تھا۔ ابتدائی عدالت سماعت کے روبرو اپنا بیان دیتے

ہوئے اسماء بی بی نے عوامی اجتماع (جرگے) کے انعقاد کے متعلق بتایا لیکن وہ اس اجتماع کے انعقاد کی تاریخ جگہ اور وقت کے متعلق بتانے میں ناکام رہی تھی۔ اپنے سوال ابتدائی کے دوران اس نے کبھی عوامی اجتماع میں موجود ہونے کا اقرار نہیں کیا لیکن دوران جرح اس نے بیان دیا کہ وہ اور دیگر افراد عوامی اجتماع میں شرکت کے لیے خود گئے۔ اس امر کا اعادہ میں قبل ازیں کر چکا ہوں کہ ضابطۂ فوجداری کی دفعہ 161 کے تحت دیئے گئے بیان میں اسماء بی بی (PW-3) نے عوامی اجتماع کا کوئی تذکرہ ہی نہیں کیا اور اس نے اپنے سابقہ بیان کے حقائق سے انتہائی حد تک متضاد بیان دیا۔ محمد افضل (PW-4) نے ابتدائی عدالت سماعت کے روبرو عوامی اجتماع (جرگے) میں اپنی موجودگی اور اپیل گزار کو اس مجمع میں بلانے اور اپیل گزار کے اقبال جرم کرنے اور اس کے معافی کے خواستگار ہونے کے متعلق بیان دیا۔ لیکن اس سے پولیس کے سامنے اس سے پیشتر دیئے گئے بیان جو اس نے ضابطۂ فوجداری کی دفعہ 161 کے تحت دیا کے متعلق جرح کی گئی جہاں اس نے اس عوامی اجتماع (جرگے) کے انعقاد، اپیل گزار کو اجتماع (جرگے) میں پیش کرنے اور اس کی جانب سے معافی مانگنے کے متعلق کچھ بھی نہیں بتایا تھا۔ محمد ادریس (CW-1) نے بھی ابتدائی سماعت کی عدالت کے روبرو عوامی اجتماع کے مورخہ 19-06-2009 کو انعقاد کے متعلق بتایا اور یہ بھی بتایا کہ وہاں کیا ہوا لیکن اس نے واضح طور پر قبول کیا کہ وہ اجتماع میں شریک نہ تھا اور کسی اور نے اس کو اس اجتماع کے متعلق بتایا۔ لہٰذا اس کا عوامی اجتماع کے انعقاد اور وہاں جو کچھ ہوا کے متعلق بیان سنی سنائی شہادت کے زمرے میں آتا ہے۔ تاہم اس سے یہ اشارہ بھی ملتا ہے کہ مذکورہ گواہ نے یہ اقرار بھی کیا کہ عوامی اجتماع مبینہ وقوعہ کے دو اور تین روز کے بعد منعقد ہوا اور پانچ روز کے بعد نہیں ہوا جیسا کہ کسی دوسرے گواہ نے بیان دیا تھا۔

16۔ جو کچھ بھی قبل ازیں بیان کیا جا چکا ہے اس سے ہٹ کر استغاثہ کی جانب سے پیش کردہ شہادت کے عوامی اجتماع کہاں منعقد کیا گیا۔ کتنے لوگوں نے اس اجتماع میں شرکت کی،

اپیل گزار کو مجمع میں کون اور کیسے لے کر آیا اور یہ اجلاس کتنی دیر جاری رہا وغیرہ۔ مجھے مکمل طور پر واضح تضادات سے لبریز لگا۔ جو استغاثہ کی کہانی کے اس حصے کو مکمل طور پر جھوٹا ظاہر کرتا ہے۔ جہاں تک عوامی اجتماع (جرگے) کے انعقاد کی جگہ کا تعلق ہے، قاری محمد سلام شکایت گزار (PW-1) نے بیان کیا کہ عوامی اجتماع محمد مختار احمد کے گھر میں منعقد ہوا جس کو استغاثہ نے بطور گواہ پیش نہیں کیا اور غیر ضروری جان کر متروک کر دیا۔ اس نے یہ بھی بیان دیا کہ مذکورہ محمد مختار احمد کے گھر کا مکمل رقبہ پانچ مرلہ تھا۔ معافیہ بی بی (PW-2) نے بیان دیا کہ عوامی اجتماع (جرگہ) اس کے والد عبدالستار کے گھر منعقد ہوا جہاں وہ اور اس کی بہن اسماء بی بی بھی قیام پذیر ہیں۔ اسماء بی بی (PW-3) نے ایک لمحے میں بتایا کہ عوامی اجتماع اس کے گھر میں منعقد ہوا لیکن دوسرے ہی لمحے اس نے بیان دیا کہ عوامی اجتماع اس کے پڑوسی عبدالرزاق کے گھر میں منعقد ہوا۔ محمد افضال (PW-4) نے اپنے بیان پر قائم رہتے ہوئے بیان دیا کہ عوامی اجتماع محمد مختار احمد (جس کو استغاثہ نے پیش نہیں کیا اور جس کی گواہی کو غیر ضروری جان کر متروک کر دیا گیا) کے گھر پر منعقد ہوا۔ محمد ادریس (CW-1) کے مطابق عوامی اجتماع کسی دوسری جگہ پر نہیں بلکہ حاجی علی احمد کے ڈیرے پر منعقد ہوا۔ ان افراد جنھوں نے عوامی اجتماع میں شرکت کی تعداد قاری محمد سلام شکایت گزار (PW-1) کے مطابق شریک افراد کی تعداد سو تھی، معافیہ بی بی (PW-2) نے یہ تعداد 1000 افراد بتائی جس میں علماء اور مسجدوں کے امام بھی شامل تھے، اسماء بی بی (PW3) کے مطابق شریک افراد کی تعداد 2000 کے قریب تھی جن میں قرب و جوار کے دیہاتوں کی آبادی بھی شامل تھی، محمد افضل (PW-4) کے مطابق 200 سے 250 افراد اجتماع میں شریک تھے۔ محمد ادریس (CW-1) نے بیان دیا کہ بہت سے مذہبی علماء بھی اجتماع میں شریک تھے۔ تاہم وہ ان مذہبی علماء کے ناموں سے واقف نہیں جنھوں نے اجتماع میں شرکت کی۔ اگر جیسا کہ قاری محمد سلام شکایت گزار (PW-1) نے بیان کیا جہاں اجتماع کا انعقاد ہوا وہ جگہ

پانچ مرلے پر مشتمل تھی تب اتنے چھوٹے سے گھر میں سینکڑوں اور ہزاروں لوگوں کا سما جانا مشکل امر ہے۔ اپیل کو مجمع میں پیش کیے جانے کے متعلق استغاثہ کی شہادت بھی مساوی طور پر نقص کی حامل اور قابل انحصار نہ ہے۔ قاری محمد سلام شکایت گزار (PW-1) کے مطابق گاؤں کے کچھ رہائشی جن میں مدثر بھی شامل ہے دو موٹر سائیکلوں پر اپیل گزار کے گھر گئے اور اس کو عوامی اجتماع (جرگے) میں لے آئے۔ مذکورہ مدثر کو استغاثہ نے بطور گواہ پیش نہیں کیا۔ اسماء بی بی (PW-3) نے بیان دیا کہ اپیل گزار کا گھر عوامی اجتماع (جرگہ) کی جگہ سے تین گھروں کے فاصلے پر واقع ہے اور اپیل گزار وہاں تک پیدل چل کر آئی اور واپس بھی پیدل ہی گئی۔ محمد افضل (PW-4) نے بیان دیا کہ اپیل گزار کا گھر اس گھر سے جہاں عوامی اجتماع (جرگہ) منعقد ہوا تقریباً 200 سے 250 گز کے فاصلے پر ہے، اور وہ مشتاق احمد تھا جو اپیل گزار کو اجتماع میں لایا۔ بعد ازاں مذکورہ گواہ اس بیان پر قائم رہا کہ مشتاق احمد ہی اپیل گزار کو فالسے کے کھیت سے لے کر آیا۔ محمد ادریس (CW-1) نے بیان دیا کہ اپیل گزار کا گھر اس ڈیرے جہاں پر عوامی اجتماع منعقد ہوا کے سامنے واقع تھا۔ معافیہ بی بی (PW-2) اور اسماء بی بی (PW-3) کے مطابق عوامی اجتماع 15 سے 20 منٹ تک جاری رہا لیکن محمد افضل (PW-4) نے قرار دیا کہ عوامی اجتماع دو سے ڈھائی گھنٹے تک جاری رہا۔ تمام استغاثہ کے گواہان اس امر پر متفق ہیں کہ عوامی اجتماع جمعہ کے روز منعقد کیا گیا اور اس کی کارروائی دوپہر کے وقت ہوئی۔ اگر یہ مان لیا جائے کہ عوامی اجتماع جس میں مذہبی علماء اور امام مسجد بھی شامل تھے، کی کارروائی دو سے ڈھائی گھنٹے تک جاری رہی تھی تو ضرور ان افراد کی نماز جمعہ قضا ہوئی ہوگی جس کی ان سے توقع نہیں کی جاسکتی۔

17۔ استغاثہ کے مطابق عوامی اجتماع کے اختتام کے بعد قاری محمد سلام/ شکایت گزار (PW-1) نے اسی دن یعنی 19-06-2009 کو مقامی تھانے میں ایک ایف آئی آر درج کروا دی۔ حالات جن میں شکایت گزار نے ایف آئی آر درج کروائی بھی سنگین

شبہات سے بالاتر نہیں ہیں۔ اصل ایف آئی آر (Exhibit-PA) دراصل ایک تحریری درخواست کی شکل میں ہے جو کہ ایک وکیل نے تحریر کی ہے۔ اس مقدمے کا ریکارڈ اس ضمن میں خاموش ہے کہ فریقین کے گاؤں میں کوئی وکیل بھی موجود تھا لیکن کسی نے بھی شکایت گزار کے کسی دوسرے شہر جانے کے متعلق کہ وہ کسی وکیل سے مل سکے اور ایف آئی آر تحریر کروا سکے کوئی بیان نہیں دیا۔ حقائق کے مطابق شکایت گزار نے ابتدائی عدالت سماعت میں بیان دیا کہ اس کو اس وکیل کا نام بھی یاد نہیں جس نے ایف آئی آر تحریر کر کے دی۔ درخواست(Exhibit-PA) سے ظاہر ہوتا ہے کہ شکایت گزار نے یہ درخواست مہدی حسن(ASI) کو چندر کوٹ نہر کے پل پر 5 بج کر 45 منٹ پر مورخہ 19-06-2009 کو دی جب شکایت گزار تھانے جا رہا تھا تو راستے میں اس کی مذکورہ پولیس آفیسر سے ملاقات ہو گئی۔ قاری محمد سلام شکایت گزار (PW-1) نے ابتدائی عدالت سماعت کے روبرو بیان دیا کہ درخواست(Exhibit-PA) تھانے کے ایس ایچ او کو دی گئی جو حقیقتاً غلط ہے اور(Exhibit-PA) خود اس کی تردید کرتا ہے۔ محمد رضوان سب انسپکٹر(PW-5) نے تحریری طور پر بیان دیا کہ مورخہ 19-06-2009 کو شکایت گزار نے شکایت(Exhibit-PA) تھانے میں اس کے روبرو پیش کی اور اس نے بھی روایتی طور پر ایف آئی آر(Exhibit-PA1) کا اندراج کیا۔ یہاں تک کہ اپیل گزار کا ضابطۂ فوجداری کی دفعہ 342 کے تحت بیان ریکارڈ کرواتے ہوئے سوال نمبر 6 بھی شکایت گزار کی درخواست تھانے میں دینے کے متعلق تھا جس کی ریکارڈ خود تردید کرتا ہے۔ شکایت گزار کی جرح کے دوران وکیل صفائی نے سوال تجویز کیا کہ اس نے درخواست(Exhibit-PA) مہدی حسن اے ایس آئی کو چندر کوٹ نہر کے پل پر دی تھانے میں نہیں، لیکن شکایت گزار نے مذکورہ تجویز سے مکمل طور پر انکار کیا اور اقرار دیا کہ یہ تجویز کیا جانا کہ درخواست(Exhibit-PA) اس نے تھانے میں پیش نہیں کی تھی سر سرا غلط ہے۔ شکایت گزار نے یہاں جھوٹ بولا ہے کیونکہ مذکورہ درخواست

(Exhibit-PA) کے آخر میں مہدی حسن اے ایس آئی نے اندراج کر رکھا تھا کہ شکایت گزار نے یہ درخواست اس کو 5 بج کر 45 منٹ پر مورخہ 19-06-2009 کو پل نہر چندر کوٹ پر دی۔ شکایت گزار کے اس جھوٹ کا بھانڈہ مہدی حسن اے ایس آئی پھوڑ سکتا تھا لیکن اس کو نامعلوم وجوہات کی بناء پر استغاثہ کے روبرو پیش نہیں کیا۔ یہ انتہائی عجیب اور عام حالات سے ہٹ کر ہے کہ قاری محمد سلام شکایت گزار (PW-1) جس نے یہ فوجداری مقدمہ شروع کیا کو یہ یاد نہیں کہ درخواست (Exhibit-PA) برائے اندراج ایف آئی آر کس نے تحریر کی اور اس کو یہ بھی پتہ نہیں کہ مذکورہ درخواست ایف آئی آر کے اندراج کے لیے کہاں اور کس کے روبرو پیش کی گئی۔ پس یہ ظاہر ہوتا ہے کہ پردے کے پیچھے کچھ اور چل رہا تھا اور زیرِ نظر فوجداری مقدمے کو آگے بڑھانے والے عناصر کوئی اور تھے جو کبھی سامنے نہیں آئے۔ اس کے علاوہ کے زیرِ نظر مقدمے میں ایف آئی آر قاری محمد سلام شکایت گزار (PW-1) نے درج کروائی جو مورخہ 14-06-2009 کو فالسے کے کھیت میں وقوع پذیر ہونے والے واقعہ کے وقت وہاں موجود نہ تھا اور جس نے خود وہ توہین آمیز الفاظ نہیں سنے جو اپیل کرار سے منسلک کیے گئے ہیں۔ اس کی جانب سے درج کی گئی ایف آئی آر سے یہ ظاہر نہیں ہوتا کہ کس خاتون ساتھی سے مخاطب ہوتے ہوئے اپیل گزار نے توہین آمیز الفاظ کہے۔ اچھی خاصی تاخیر اور باقاعدہ غور و فکر اور صلح مشورہ کے بعد درج کی جانے والے ایف آئی آر اپنی ساکھ/ اہمیت کھو دیتی ہے اور موجودہ مقدمے میں ایف آئی آر پانچ یوم کی بلا جواز تاخیر کے بعد درج ہوئی اور شکایت گزار نے خود قبول کیا کہ اس نے اور گاؤں کے لوگوں نے معاملے کے متعلق ''تفتیش'' ''مشاورت'' کی اور ''معاملے کی گہرائی کا جائزہ لیا۔'' پس شکایت گزار اور اس کی جانب سے درج کی گئی ایف آئی آر قابل اعتبار نہیں ہے۔

18۔ مقدمہ ہذا میں ایف آئی آر کے اندراج کے بعد پولیس کی جانب سے کی گئی تفتیش میں بھی بہت سے عوامل سے مرضی کے مطابق صرف نظر کیا گیا۔ قاری محمد سلام (PW-1) نے ابتدائی عدالت سماعت کے روبرو قبول کیا کہ توہین رسالت ﷺ کے جرم کے ارتکاب

کے لیے ایف آئی آر کے اندراج کے لیے ڈسٹرکٹ کوآرڈینیشن آفیسر یا ڈسٹرکٹ پولیس آفیسر سے کوئی اجازت نہیں لی گئی۔ مقدمہ ہذا کی ابتدائی تحقیق و تفتیش پولیس کے سب انسپکٹر یعنی محمد ارشد سب انسپکٹر (PW-7) نے کی جو کہ ضابطۂ فوجداری کی دفعہ 156-A کی خلاف ورزی ہے جس کے مطابق اس طرح کے مقدمات کی تفتیش پولیس سپرنٹنڈنٹ سے کم درجے کا شخص نہیں کرسکتا۔ ایف آئی آر کے اندراج کے بعد محمد ارشد سب انسپکٹر (PW-7) کو مقدمے کی تفتیش سونپی گئی اور وہی جائے وقوعہ پر پہنچا، گواہان کے بیانات ضابطۂ فوجداری کی دفعہ 161 کے تحت ریکارڈ کے گئے اور اپیل گزار کو اسی دن مورخہ 19-06-2009 کو گرفتار کیا۔ محمد امین بخاری، سپرنٹنڈنٹ پولیس (انوسٹی گیشن) ابتدائی عدالت سماعت کی عدالت کے روبرو بطور (PW-6) پیش ہوا اور اس نے بیان کیا کہ جب ڈپٹی انسپکٹر جنرل پولیس/ ریجنل پولیس آفیسر رینج شیخوپورہ نے مقدمے کی تفتیش مورخہ 24-06-2009 کو اس کے سپرد کیے جانے کے بعد مقدمہ ہذا کی باقی تفتیش اس نے مکمل کی۔ (PW-6) کا بیان حقیقتاً غلط ہے کیونکہ ڈپٹی انسپکٹر جنرل پولیس/ ریجنل پولیس آفیسر رینج شیخوپورہ کا متعلقہ خط مورخہ 26-06-2009 کو بھیجا گیا جو خود (PW-6) کے بیان سے واضح ہے۔ مذکورہ آفیسر نے کبھی بھی جائے وقوعہ کا دورہ نہیں کیا اور نہ ہی گواہان کے بیانات خود ریکارڈ کیے۔ یہاں تک کے حالات جن میں اپیل گزار کو گرفتار کیا گیا مقدمہ ہذا کے تناظر میں انتہائی مشکوک ہیں۔ محمد ارشد سب انسپکٹر (PW-7) نے ابتدائی عدالت سماعت کو بیان دیا کہ اس نے اپیل گزار کو مورخہ 19-06-2009 کو اس کے گھر سے گرفتار کیا۔ محمد ادریس (CW-1) نے اس بابت تاہم ایک دوسری کہانی سنائی جس کے مطابق مذہبی رہنما جو عوامی اجتماع میں موجود تھے نے اپیل گزار کو پولیس کے حوالے کیا اور اپیل گزار کو حاجی علی احمد کے ڈیرے سے گرفتار کیا گیا جہاں عوامی اجتماع منعقد کیا گیا تھا۔

19۔ شکایت گزار کے فاضل وکیل کا یہ بیان کرنا استغاثہ کے گواہان کے کچھ واقعاتی بیانات کو

وکیل صفائی نے کسی حد تک درست مانا ہے کیونکہ استغاثہ کے گواہان سے ان بیانات کے متعلق جرح نہیں کی گئی اور بیانات کے غلط ہونے کے متعلق وکیل صفائی کی جانب سے ان سے سوال تجویز نہیں پوچھا گیا، میرے نزدیک خود ساختہ ہے۔ مقدمہ ندیم رمضان بنام ریاست [2018 SCMR 149] میں عدالت ہذا نے اپنے سابقہ مقدمات ایس محمود عالم شاہ بنام ریاست [PLD 1987 SC 250] اور ریاست بنام رب نواز اور دیگر [PLD 1974 SC 87] کا حوالہ دیتے ہوئے قرار دیا کہ " یہ اصول کے کسی بیان کو ثابت شدہ تصور کیا جائے گا اگر اس گواہ سے جس نے بیان دیا دوران جرح اس بابت سوال نہ کیا گیا ہو، دراصل دیوانی مقدمات میں مستعمل ہے فوجداری مقدمات میں نہیں۔ یہ قرار دیا گیا کہ فوجداری مقدمات کا فیصلہ مقدمے کے حالات سے اکٹھے کردہ نقاط/ تاثرات کے مجموعی جائزے کے بعد کیا جاتا ہے اور جرح نہ کرنے اور گواہ کی جانب سے مخصوص بیان دیئے جانے جیسی محدود بنیادوں پر نہیں۔"

20۔ مقدمہ ہذا میں ہر واقعاتی زاویے کے متعلق استغاثہ کی جانب سے پیش کردہ شہادتوں میں واضح اور یقینی تضادات، جن کا میں نے متذکرہ بالا سطور میں مشاہدہ کیا، سے یہ افسوناک اور نا قابل انکار تاثر قائم ہوتا ہے کہ ان تمام افراد جن کے ذمہ شہادتیں اکٹھی کرنا اور تفتیش کرنے کا کام تھا، نے ملی بھگت سے یہ طے کیا ہوا تھا کہ وہ سچ نہیں بولیں گے یا کم از کم سچائی کو باہر نہیں آنے دیں گے۔ یہ امر مساوی طور پر پریشان کن ہے کہ ذیلی عدالتیں متذکرہ تضادات اور خالصتاً جھوٹ پر دھیان دینے میں ناکام رہیں۔ تمام متعلقہ افراد یقیناً اچھی طرح کام کر سکتے تھے اگر انھوں نے اللہ تبارک تعالیٰ کے ان احکامات جو قرآن کریم میں درج ہیں پر دھیان دیا ہوتا:

ترجمہ:

"اے ایمان والوں! خدا کے لیے انصاف کی گواہی دینے کے لیے کھڑے ہو جایا کرو۔ اور لوگوں کی دشمنی تم کو اس بات پر آمادہ نہ کرے کہ انصاف چھوڑ دو۔

انصاف کیا کرو کہ یہی پرہیزگاری کی بات ہے اور خدا سے ڈرتے رہو۔ کچھ شک نہیں کہ خدا تمھارے سب اعمال سے خبردار ہے۔" (سورۃ المائدہ، آیت:8)

ترجمہ:

"اے ایمان والو! انصاف پر قائم رہو اور خدا کے لیے سچی گواہی دو خواہ (اس میں) تمھارا یا تمھارے ماں باپ اور رشتہ داروں کا نقصان ہی ہو۔ اگر کوئی امیر ہے یا فقیر تو خدا ان کا خیر خواہ ہے۔ تو تم خواہش نفس کے پیچھے چل کر عدل کو نہ چھوڑ دینا۔ اگر تم پیچیدہ شہادت دو گے یا (شہادت سے) بچنا چاہو گے تو (جان رکھو) خدا تمھارے سب کاموں سے واقف ہے۔" (سورۃ النساء، آیت:135)

21۔ ریکارڈ کے جائزے سے ایسے اشارے ملتے ہیں کہ اپیل گزار جو ایک عیسائی خاتون ہے اور اس کی مسلمان ساتھی خواتین کے مابین فالسے کے کھیت میں وقوعہ کے دن کچھ ہوا تھا اور اس پس منظر میں بعدازاں باقاعدہ پانچ روز تک سوچ و بچار اور منصوبہ بندی کرنے کے بعد اپیل گزار پر توہین رسالتؐ کے ارتکاب کا الزام لگایا گیا۔ یہ بدقسمتی ہے کہ تمام چار نجی گواہان جو شکایت کنندہ فریق نے پیش کیے یعنی قاری محمد سلام شکایت گزار (PW-1) معافیہ بی بی (PW-2)، اسما بی بی (PW-3) اور محمد افضل (PW-4) اس خاص واقعہ کے متعلق مکمل خاموش رہے اور یہ عدالتی گواہ محمد ادریس (CW-1) اور سینئر تفتیشی آفیسر محمد امین بخاری، سپرنٹنڈنٹ (انوسٹی گیشن) (PW-6) تھے جنھوں نے اس بابت خاموشی توڑی اور تصویر کا دوسرا رخ بھی ظاہر کیا۔ محمد ادریس (CW-1) کی جانب سے ابتدائی عدالت سماعت کے روبرو دیئے گئے بیان کے مطابق اس کو پتہ چلا کہ اپیل گزار نے اشتعال انگیز الفاظ استعمال کیے جب اپیل گزار اور دیگر ساتھی خواتین کے مابین پانی پلانے کے معاملے پر جھگڑا ہوا۔ اس جھگڑے کی تفصیل بیان کرتے ہوئے مذکورہ گواہ جو متعلقہ فالسے کے کھیت کا مالک بھی تھا نے یہ آشکار کیا کہ کھیت میں ساتھ کام کرتے ہوئے وہاں موجود خواتین نے پانی پینا چاہا اور اپیل گزار کو پانی لانے کا

کہا لیکن معافیہ بی بی (PW-2) اور اسماء بی بی (PW-3) نے کہا کہ وہ اپیل گزار کے ہاتھ سے پانی نہیں پییں گی کیونکہ وہ عیسائی ہے۔ محمد امین بخاری سپرنٹنڈنٹ پولیس (انوسٹی گیشن)(PW-6) نے بھی ابتدائی عدالت سماعت کے روبرو بیان دیا کہ دوران تفتیش اس کے علم میں یہ آیا کہ فالسے کے کھیت میں کام کرتے ہوئے ایک خاتون نے پانی مانگا جب اپیل گزار نے اس کو پانی پیش کیا تو اس مسلمان عورت نے پانی پینے سے انکار کر دیا کہ وہ ایک عیسائی خاتون کے ہاتھ سے پانی نہیں پیئے گی۔ اس نے یہ بھی تصدیق کی کہ اپنے ضابطۂ فوجداری کی دفعہ 161 کے بیان میں محمد ادریس (CW-1) نے بیان کیا تھا کہ اپیل گزار اور استغاثہ کی جانب سے جو گواہان پیش ہو رہی ہیں ان کے درمیان پانی پلانے کے معاملے پر جھگڑا ہوا تھا۔ ریکارڈ سے ظاہر ہے اور یہ انتہائی افسوسناک ہے کہ جب اسماء بی بی سے اپیل گزار اور اسماء بی بی کے مابین پانی پلانے پر ہونے والے جھگڑے کے متعلق وکیل صفائی نے دوران جرح سوال تجویز کیا تو اس نے اس امر سے انکار کیا۔ اسماء بی بی (PW-3) کے اس انکار نے مجھے حیران نہیں کیا کیونکہ ایف آئی آر میں اور گواہان کے ابتدائی عدالت سماعت کے روبرو دیئے گئے بیانات جو انھوں نے ضابطۂ فوجداری کی دفعہ 161 کے تحت دیئے میں شکایت کنندہ فریق کے تمام نجی گواہان جن میں قاری محمد سلام (PW-1)، معافیہ بی بی (PW-2)، اسماء بی بی (PW-3) اور محمد افضل (PW-4) میں شامل ہیں نے مقدمے کے اس حقیقی پہلو کے متعلق اپنی زبان بند ہی رکھی اور مقدمے کا یہ رخ صرف عدالتی گواہ اور ایک تفتیشی افسر کے بیان کے بعد ظاہر ہوا جو دونوں خودمختار گواہان تھے۔

22۔ شکایت کنندہ فریق کی جانب سے متذکرہ بالا اہم حقیقت کی پردہ پوشی مقدمے کے جائز درست اور شفاف فیصلے کی راہ میں حائل رکاوٹ ہے۔ مقدمے کا ریکارڈ ظاہر کرتا ہے کہ اپیل گزار اور اس کے آباء اجداد 1947ء میں قیام پاکستان سے پہلے سے اس ہی گاؤں میں رہائش پذیر ہیں اور اس تمام عرصے میں کبھی بھی وہاں رہنے والوں کے درمیان

مذہبی معاملے پر کوئی جھگڑا نہیں ہوا ہے۔ اس ضمن میں اپیل گزار کے ضابطہ فوجداری کی دفعہ 342 کے تحت دیئے گئے بیان کو یہاں ایک بار پھر پڑھنا مفید ہوگا۔

''میں ایک شادی شدہ خاتون اور دو بچوں کی ماں ہوں میرا خاوند ایک غریب مزدور ہے میں محمد ادریس کے کھیتوں میں دیگر کئی خواتین کے ہمراہ روزانہ کی اجرت کے عوض فالسے چننے جایا کرتی تھی۔ مبینہ وقوعہ کے روز میں دیگر کئی خواتین کے ہمراہ کھیتوں میں کام کر رہی تھی۔ مسماۃ معافیہ اور مسماۃ اسماء بی بی (گواہان استغاثہ) کے ساتھ پانی بھر کے لانے پہ جھگڑا ہو گیا جو میں نے ان کو پیش کرنا چاہا لیکن انھوں نے یہ کہہ کر منع کر دیا چونکہ میں عیسائی ہوں اس لیے وہ کبھی بھی میرے ہاتھ سے پانی نہیں پیئے گی اس بات پر میرے اور استغاثہ کی گواہان خواتین کے درمیان جھگڑا ہوا اور کچھ سخت الفاظ کا تبادلہ ہوا۔ اس کے بعد استغاثہ کی گواہان قاری سلام / شکایت گزار تک اس کی بیوی کے ذریعے پہنچی جو ان دونوں خواتین کو قرآن پڑھاتی تھی، ان استغاثہ کے گواہان نے قاری سلام سے مل کر سازش کے تحت میرے خلاف ایک جھوٹا مقدمہ گھڑا۔ میں نے پولیس کو کہا کہ میں بائیبل پر حلف اٹھانے کو تیار ہوں کہ میں نے کبھی حضرت محمد ﷺ کے متعلق توہین آمیز الفاظ بیان نہیں کیے۔ میں قرآن اور اللہ کے پیغمبر ﷺ کے لیے دل میں عزت اور احترام رکھتی ہوں لیکن چونکہ پولیس بھی شکایت گزار سے ملی ہوئی تھی اس لیے پولیس نے مجھے اس مقدمے میں غلط طور پر پھنسایا۔ استغاثہ کے گواہان سگی بہنیں ہیں اور اس مقدمے میں مجھے بدنیتی سے پھنسانے میں دلچسپی رکھتی ہیں کیونکہ ان دونوں کو میرے ساتھ جھگڑے اور سخت الفاظ کے تبادلے کی وجہ سے بے عزتی اور ذلت کا سامنا کرنا پڑا تھا۔ قاری سلام / شکایت گزار بھی مقدمے میں اپنا مفاد رکھتا ہے کیونکہ یہ دونوں خواتین اس کی زوجہ سے قرآن پڑھتی رہیں تھیں۔ میرے آباؤ اجداد اس گاؤں میں قیام پاکستان سے رہائش

پذیر ہیں۔ میں بھی تقریباً چالیس برس کی ہوں۔ وقوعے سے پہلے ہمارے خلاف کبھی بھی اس قسم کی کوئی شکایت نہیں کی گئی۔ میں عیسائی مذہب سے تعلق رکھتی ہوں اور گاؤں میں رہتی ہوں لہٰذا اسلامی تعلیمات سے نابلد ہونے کی وجہ سے میں کیسے اللہ کے نبی ﷺ اور الہامی کتاب یعنی قرآن پاک کے بارے میں توہین آمیز الفاظ استعمال کرتے ہوئے بے ادبی کی مرتکب ہو سکتی ہوں۔ استغاثہ کا گواہ اور لیس بھی ایسا گواہ ہے جو مقدمے میں اپنا مفاد رکھتا ہے کیونکہ اس کا متذکرہ بالا خواتین سے قریبی تعلق ہے۔''

اپیل گزار کے بیان کے تناظر میں استغاثہ کی جانب سے پانی پلانے کے معاملے پر جھگڑا ہونے کی حقیقت کو چھپانے اور عدالتی گواہ اور اعلیٰ تفتیشی آفیسر کے بیان میں مذکورہ جھگڑے کی تصدیق کے متعلق دو امکانات ہیں جو اپنی جانب متوجہ کرتے ہیں: اولاً، اپیل گزار نے اشتعال انگیز الفاظ اپنی ساتھی مسلمان خواتین کے ہاتھوں اپنے مذہب کی توہین اور اپنے مذہبی جذبات مجروح ہونے کے بعد کہے یا دوئم، اپیل گزار اور اس کی مسلمان ساتھی خواتین کے درمیان جھگڑا ہونے کی وجہ سے اپیل گزار کی جانب سے کوئی اشتعال انگیز الفاظ استعمال نہ کرنے کے باوجود مسلمان خواتین نے اپنے جھگڑے کے متعلق دوسروں کو بتایا جنھوں نے معاملے پر پانچ روز تک غور و فکر کرنے کے بعد فیصلہ کیا کہ وہ اپیل گزار کو توہین رسالتؐ کے جھوٹے الزام میں پھنسائیں گے۔ ان دونوں ممکنات کا جائزہ لیا جانا ضروری ہے۔

23۔ محمد ادریس (CW-1) اور محمد امین بخاری، ایس پی انوسٹی گیشن (PW-6) نے ابتدائی عدالت سماعت کے روبرو جو بیان دیا اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ مبینہ توہین رسالتؐ کا ارتکاب عیسائی اپیل گزار نے اپنی مسلمان ساتھی خواتین کے ہاتھوں اپنے مذہب کی توہین کروانے اور اپنے مذہبی جذبات مجروح ہونے کے بعد کیا کیونکہ وہ یسوع مسیح پر یقین رکھتی تھی اور حضرت عیسیٰؑ کی پیروکار تھی۔ قرآن کریم کے مطابق ایک مسلمان کا عقیدہ اس وقت تک مکمل نہیں ہوتا جب تک وہ نبی کریمؐ کی ذات پاک اور اللہ کے دیگر

پیغمبروں جن میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام (ابن مریم) بھی شامل ہیں یہ اور تمام الہامی کتب بشمول انجیل (Bible) پر یقین نہ رکھے۔ اس تناظر میں اپیل گزار کے مذہب کی مسلمان ساتھی خواتین کی جانب سے توہین بھی مذہب کی توہین (blasphemous) سے کم نہ ہے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ جو تمام مخلوق کا خالق ہے جانتا ہے کہ ایک انسان کے مذہب یا مذہبی جذبات کی توہین کرنا مشتعل کرنے کے مترادف ہے اور اس وجہ سے قرآن کریم میں حکم دیا گیا کہ:

ترجمہ:

"اور جن لوگوں کو یہ مشرک خدا کے سوا پکارتے ہیں ان کو برا نہ کہنا کہ یہ بھی کہیں خدا کو بے ادبی سے بے سمجھے برا (نہ) کہہ بیٹھیں۔ اس طرح ہم نے ہر ایک فرقے کے اعمال (ان کی نظروں میں) اچھے کر دکھائے ہیں۔ پھر ان کو اپنے پروردگار کی طرف لوٹ کر جانا ہے تب وہ ان کو بتائے گا کہ وہ کیا کیا کرتے تھے۔"

(سورۃ الانعام، آیت: 108)

اپیل گزار کی مسلمان ساتھیوں نے اپیل گزار کے مذہب جس کی وہ پیروی کرتی ہیں اور معبود پر اس یقین کی توہین کرتے ہوئے اللہ تبارک تعالیٰ کے احکامات کی خلاف ورزی کی اور اگر اپیل گزار کے خلاف لگائے گئے الزامات کو درست مان لیا جائے تب بھی اپیل گزار کا بیان کردہ ردعمل اس سے مختلف نہیں تھا جس کے بارے میں اللہ تبارک تعالیٰ نے تنبیہہ کی ہے۔

24۔ استغاثہ کی جانب سے دی گئی شہادتوں میں موجود سنگین تضادات کے تناظر میں یہ یکساں طور پر معقول محسوس ہوتا ہے کہ اپیل گزار اور اس کی مسلم ساتھی خواتین کے مابین جائے وقوعہ پر ایک جھگڑا ہوا جس میں اپیل گزار نے کسی قسم کے توہین آمیز الفاظ نہیں کہے، مسلم خواتین نے جھگڑے کی اطلاع دیگر افراد کو دی جنھوں نے پانچ دن کے طویل عرصے اس پر غور و فکر اور منصوبہ بندی کی اور اپیل گزار کے خلاف توہین رسالتؐ کا جھوٹا الزام لگانے کا فیصلہ کیا اگر ایسا تھا تو مقدمہ ہذا کی مسلمان گواہان نے ہمارے پیارے

نبی کریمؐ کے عیسائی مذہب کے پیروکاروں سے کیئے گئے میثاق کی خلاف ورزی کی۔
جان۔ اے۔ مورو نے اپنی کتاب ''پیغمبر اسلام حضرت محمدؐ کے دنیا کے عیسائی مسلمانوں سے کیئے گئے معاہدات'' (شائع شدہ انجلیکو پریس 2013-09-01) میں ایسے بہت سے معاہدات جو پیغمبر خدا حضرت محمدؐ نے عیسائی مذہب کے پیروکاروں سے کیئے کا تذکرہ اور اندراج کیا ہے ان میں سے ایک معاہدہ ''جبل سینا کے راہبان سے حضرت محمدؐ کا میثاق'' کہلاتا ہے۔ 628 ہجری کے قریب ''سینٹ کیتھرین ک خانقاہ'' جو دنیا کی قدیم ترین خانقاہ ہے اور مصر کے جبل سینا کے دامن میں واقع ہے کا ایک وفد نبی کریمؐ کے پاس آیا اور اپنے تحفظ کی درخواست کی جو منظور کر لی گئی اور ان کو ایک ''میثاق حقوق'' عطا کیا گیا۔ مذکورہ ''میثاق حقوق'' جس کو ''سینٹ کیتھرین سے عہد'' بھی کہا جاتا ہے عربی زبان سے انگریزی زبان میں ڈاکٹر اے ظہور اور ڈاکٹر زیڈ حق نے اس طرح ترجمہ کیا۔ ''یہ محمدؐ ابن عبداللہ کی جانب سے دور و نزدیک بسنے والے ان افراد جنھوں نے عیسائی مذہب اختیار کیا کے لیے پیغام (معاہدے کی صورت میں) ہے کہ ہم ان کے ساتھ ہیں۔ حقیقت میں خود، خدمت گار اور مددگار اور میرے پیروکاران کا دفاع کریں گے کیونکہ عیسائی میرے شہری ہیں اور خدا کی قسم! میں ہر اس عمل کے خلاف ہوں جو انھیں ناخوش کرے گا۔ ان پر کوئی پابندی نہیں نہ ہی ان کے منصفین کو اپنے عہدوں سے ہٹایا جائے گا اور نہ ہی ان کے راہبان کو ان کی خانقاہوں سے الگ کیا جائے گا۔ کسی کو بھی ان کے گھروں کو تباہ کرنے نقصان پہنچانے اور وہاں سے کچھ اٹھا کر مسلمانوں کے گھر لے جانے کی اجازت نہ ہوگی۔ جو کوئی ان میں سے کچھ لے کر جائے گا وہ اللہ سے معاہدہ شکنی کرے گا اور اس کے پیغمبر کی نافرمانی کرے گا۔ درحقیقت وہ میرے دوست ہیں اور ہر وہ شخص جو ان سے نفرت کرتا ہے سے تحفظ کے لیے ان کے ہمراہ میری میثاق ہے۔ کوئی بھی ان کو نقل مکانی پر مجبور نہیں کرے گا اور نہ ہی ان پر جنگ لڑنے کے لیے دباؤ

ڈالے گا۔ مسلمان ان کے لیے لڑیں گے۔ اگر کوئی عیسائی خاتون کسی مسلمان سے شادی کرتی ہے تو ایسا اس (خاتون) کی مرضی کے بغیر نہیں ہونا چاہیے اور اس کو عبادت کے لیے چرچ جانے سے نہیں روکا جائے گا۔ ان کے چرچ (عبادت گاہوں) کی عزت کی جائے گی۔ ان کو نہ تو کبھی عبادت گاہوں کی مرمت سے روکا جائے گا اور نہ ہی ان کے مقدس معاہدوں سے قوم (مسلمانان) میں سے کوئی بھی قیامت کے دن تک اس میثاق سے نافرمانی/ روگردانی نہیں کرے گا۔"

یہ عہد دائمی اور عالمگیری ہے اور محض سینٹ کیتھرین تک محدود نہیں ہے۔ مذکورہ میثاق کے تحت پیغمبر خدا کی جانب سے دیئے گئے حقوق حتمی ہیں اور نبی کریمؐ نے قرار دیا ہے کہ تمام عیسائی آپؐ کے رفقاء میں سے ہیں اور آپؐ نے عیسائیوں کے ساتھ ناروا سلوک کو اللہ کی میثاق سے روگردانی قرار دیا۔ یہ قابل ذکر ہے کہ مذکورہ میثاق میں عیسائیوں پر استحقاق کے حصول کے لیے کوئی شرط عائد نہیں کی گئی اور یہ ہی کافی ہے کہ وہ عیسائی فرقے سے تعلق رکھتے ہیں۔ ان کو اپنے عقائد میں ردو بدل کی ضرورت نہیں نہ ہی کوئی قیمت ادا کرنی ہے اور نہ ہی ان پر کوئی ذمہ داری ہے۔ یہ میثاق حقوق کے متعلق ہے بغیر فرائض کے یہ واضح طور پر حق جائیداد، آزادئ مذہب، آزادئ عمل اور شخصی حقوق کو تحفظ دیتا ہے۔

25۔ یہ بد قسمتی ہے کہ زیرِ نظر مقدمے میں ناموس رسالتؐ (پیغمبریت کی تعظیم اور تقدس) کے مقدس نظریے کو استعمال کرتے ہو۔ پیغمبرؐ خدا حضرت محمد ﷺ کے متذکرہ عہد جو آپؐ نے عیسائی فرقے سے تعلق رکھنے والوں سے کیا تھا کی پاسداری نہ کی گئی۔ ایسا ظاہر ہوتا ہے کہ فالسے کے کھیت میں ہونے والے جھگڑے کے بعد دروغ گوئی کی دعوت عام ہوئی اور شکایت کنندہ فریق جس کی قیادت قاری محمد سلام شکایت گزار کر رہا تھا نے قرآن کریم میں درج اللہ تبارک و تعالیٰ کے درج ذیل حکم کی جانب کوئی توجہ نہ دی جو اس طرح ہے۔

ترجمہ:

''اے ایمان والو! انصاف پر قائم رہو اور خدا کے لیے سچی گواہی دو خواہ (اس میں) تمھارا یا تمھارے ماں باپ اور رشتہ داروں کا نقصان ہی ہو۔ اگر کوئی امیر ہے یا فقیر تو خدا ان کا خیر خواہ ہے۔ تو تم خواہش نفس کے پیچھے چل کر عدل کو نہ چھوڑ دینا۔ اگر تم پیچیدہ شہادت دو گے یا (شہادت سے) بچنا چاہو گے تو (جان رکھو) خدا تمھارے سب کاموں سے واقف ہے۔'' (سورۃ النساء، آیت:135)

حتیٰ کہ اگر مقدمہ ہذا میں اپیل گزار کے خلاف عائد الزامات میں زرہ بھر بھی سچائی ہے تب بھی استغاثہ کی شہادتوں میں اوپر بیان کردہ سنگین تضادات واضح طور پر ظاہر کرتے ہیں کہ مقدمہ ہذا میں سچائی کو بہت سی ایسی باتوں سے گڈمڈ کیا گیا ہے جو سچ نہیں ہیں۔ یہاں تک کہ شکایت کنندہ فریق کے مسلمان گواہان نے درج ذیل قرآنی آیت میں دیئے گئے اللہ تبارک تعالیٰ کے حکم کو فراموش کر دیا:

ترجمہ:

''اور حق کو باطل کے ساتھ نہ ملا، اور سچی بات کو جان بوجھ کر نہ چھپا۔''

(سورۃ البقرہ، آیت:42)

توہین رسالتؐ ایک سنگین جرم ہے لیکن شکایت کنندہ فریق کی جانب سے اپیل گزار کے مذہب اور مذہبی احساسات کی توہین اور پھر اللہ کے نبیؐ کے نام پر سچ میں جھوٹ کو ملانا بھی توہین رسالتؐ سے کم نہیں ہے۔ یہ ایک سنگین مذاق ہے کہ عربی زبان میں ''آسیہ'' لفظ کے معنی ''گنہگار'' ہیں لیکن زیر نظر مقدمے میں اس کا کردار شیکسپئر کے ناول (کنگ لیئر) King Leare کے الفاظ میں ''گناہ کرنے سے زیادہ گناہ کا شکار'' جیسا ہے۔

26۔ جو کچھ بھی اوپر بیان کیا گیا ہے اس کی روشنی میں یہ نتیجہ اخذ کرنے میں کوئی عار نہیں کہ استغاثہ اپیل گزار کے خلاف اپنا مقدمہ بلا شک وشبہ ثابت کرنے میں ناکام رہی ہے۔

لہٰذا اپیل ہذا کو منظور کیا جاتا ہے۔ ذیلی عدالتوں کی جانب سے اپیل گزار کو دی گئی اور برقرار رکھی گئی سزا ختم کی جاتی ہے اور اس کو شک کا فائدہ دیتے ہوئے الزام سے بری کیا جاتا ہے۔ اگر اس کو کسی دوسرے مقدمے میں جیل میں رکھنا مقصود نہ ہے تو اس کو فوری طور پر جیل سے رہا کیا جائے گا۔

جسٹس آصف سعید خان کھوسہ

جج

بخدمت جناب ایس۔ ایچ۔ او صاحب تھانہ صدر ننکانہ صاحب

جناب عالی! گزارش ہے کہ سائل مکین بستی اٹانوالی تھانہ صدر ننکانہ تحصیل و ضلع ننکانہ صاحب کا رہائشی ہے اور مسجد صدیق اکبر میں بطور امام مسجد خدمات سر انجام دے رہا ہے۔ مورخہ 14-6-2009 کو بروز اتوار ادریس ولد احمد علی قوم آرائیں سکنہ دیہہ کی زمین میں آسیہ زوجہ عاشق مسیح جو عیسائی مذہب کی مبلغہ ہے گاؤں کی دیگر عورتوں جن میں عاصمہ بی بی دختر عبدالستار، معافیہ بی بی دختر عبدالستار، یاسمین دختر اللہ رکھا شامل ہیں فالسے توڑ رہی تھیں آسیہ الزام علیہا نے کہا کہ آپ مسلمانوں کے نبی (معاذ اللہ) کیا ہیں وہ وفات سے صرف ایک ماہ قبل چارپائی پر بیمار پڑے رہے اور تمہارے نبی کے منہ اور کانوں میں کیڑے پڑے اور تمہارے (نبی صلی اللہ علیہ وسلم) نے حضرت خدیجہ رض سے محض مال کی خاطر شادی کی اور مال لوٹنے کے بعد انہیں گھر سے نکال دیا۔ مزید قرآن پاک کے متعلق کہا کہ وہ اللہ کا کلام نہیں بلکہ خود بنائی گئی کتاب ہے۔ یہ تمام باتیں عاصمہ بی بی، معافیہ، یاسمین مذکوران و دیگران نے مجھے اور گاؤں کے لوگوں کو بتائیں۔ آج مورخہ 19-6-2009 کو سائل معہ محمد افضل ولد محمد طفیل قوم گجر، مختار احمد ولد مشتاق احمد قوم راجپوت ساکنان دیہہ نے عاصمہ بی بی وغیرہ اور آسیہ الزام علیہا کو بلوایا اور 14-6-2009 کے وقوعہ کے متعلق آسیہ مذکورہ سے پوچھا تو اس نے اقرار کیا کہ مجھ سے واقعی ہی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور قرآن پاک کی توہین کی مرتکب ہوئی ہوں۔ اور معافی مانگتی ہوں۔ آسیہ مذکورہ ملزمہ نے توہین رسالت صلی اللہ علیہ وسلم اور توہین قرآن کا ارتکاب کر کے مسلمانوں کے جذبات کو مجروح کیا ہے۔ دعویدار ہوں آسیہ ملزمہ مذکورہ کے خلاف توہین رسالت صلی اللہ علیہ وسلم اور توہین قرآن پاک کرنے پر مقدمہ درج کر کے کارروائی عمل میں لائی جاوے۔

ع

قاری محمد سالم ولد حافظ غلام جیلانی قوم اعوان سکنہ چک نمبر 3 اٹانوالی تحصیل و ضلع ننکانہ و امام مسجد صدیق اکبر چک نمبر 3 اٹانوالی

محمد سالم

ابتدائی اطلاعی رپورٹ نسبت جرم قابل دست اندازی پولیس رپورٹ شدہ زیر دفعہ 154 مجموعہ ضابطہ فوجداری

326/09

تھانہ صدر ننکانہ ضلع ننکانہ صاحب تاریخ و وقت وقوعہ 14/6/09

1	تاریخ و وقت رپورٹ پولیس	19/6/09 ... بوقت [illegible] بجے	تھانہ سے روانگی کی تاریخ و وقت	[illegible]
2	نام و سکونت اطلاع دہندہ و مستغیث	درخواست قاری محمد سالم ولد [illegible] قوم [illegible] سکنہ چک 3 اٹانوالی [illegible]
3	مختصر کیفیت جرم (معہ دفعہ) و مال اگر کچھ کھویا گیا ہے۔	جرم 295/C ت پ
4	جائے وقوعہ فاصلہ تھانہ سے اور سمت	موضع چک 3 اٹانوالی فاصلہ 7 میل جانب [illegible]
5	کارروائی متعلقہ تفتیش اگر اطلاع درج کرنے میں کچھ توقف ہوا ہو تو اس کی وجہ بیان کی جاوے۔	بلا توقف

دستخط محمد رضوان [illegible] عہدہ محرر

(ابتدائی اطلاع نیچے درج کرو)

نوٹ: اطلاع کے نیچے اطلاع دہندہ کا دستخط یا مہر یا نشان انگوٹھا ہونا چاہیے اور افسر تحریر کنندہ (ابتدائی اطلاع) کے دستخط بطور تصدیق ہونے چاہئیں۔ [illegible]

SHO صاحب تھانہ صدر ننکانہ صاحب۔ جناب عالی گزارش ہے کہ سائل چک 3 اٹانوالی تھانہ صدر ننکانہ تحصیل و ضلع ننکانہ صاحب کا رہنے والا ہوں اور مسجد [illegible] میں بطور امام مسجد خدمات سر انجام دے رہا ہوں مورخہ 14/6/09 کو [illegible] اور [illegible] علی قوم [illegible] سکنہ [illegible] کی زمین میں آسیہ زوجہ عاشق مسیح [illegible] کی موجودگی میں [illegible] دیگر عورتوں [illegible] ... [illegible]

آسیہ [illegible] نے [illegible] ... [illegible]

(نبی صلی اللہ علیہ وسلم) [illegible] ... [illegible]

[illegible] قرآن پاک [illegible] اللہ کا کلام نہیں [illegible] ... [illegible]

[illegible] 19/6/09 کو [illegible] محمد افضل ولد [illegible] مختار احمد ولد [illegible] ... [illegible]

آسیہ [illegible] ... [illegible] نبی کریم ﷺ اور قرآن [illegible]

پاک [illegible] ... [illegible] رسالت

صلی اللہ علیہ وسلم [illegible] ... [illegible]

[illegible] رسالت صلی اللہ علیہ وسلم [illegible] قرآن پاک

[illegible] ... [illegible] قاری محمد سالم ولد

[illegible] چک 3 اٹانوالی تحصیل و ضلع ننکانہ صاحب (امام مسجد [illegible]) [illegible]

کارروائی پولیس: اس وقت میں [illegible] 842 کنسٹیبل [illegible] 909 [illegible]

7631 [illegible] ... 88 [illegible] ... [illegible]

SHO سالم مستغیث [illegible] ... [illegible] 842 [illegible]

صورت جرم 295/C ت پ [illegible] ... [illegible]

اور اصل تحریر [illegible] ... [illegible]